محمد ﷺ
محمد ﷺ
کبھی کبھی اپنے نبی ﷺ کو اس طرح بھی یاد کیا کیجیے
ذکرِ نبی ﷺ
حضرت حاجی شکیل احمد صاحب دامت برکاتہم
حرا
HIRA PUBLICATION

رسول کا تذکرہ ایک عاشقِ رسول کی زبانی

ذکرِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کبھی کبھی اپنے نبی ﷺ کو اس طرح بھی یاد کیا کیجیے

ازافادات

حضرت حاجی شکیل احمد صاحب چشتی مدظلہ العالی

مجازِ بیعت

فقیہ النفس حضرت اقدس مفتی محمد حنیف صاحب چشتی مدظلہ العالی

پسند فرمودہ

حضرت مولانا مفتی محمد راشد صاحب اعظمی مدظلہ العالی

ترجمانِ اہل سنت واستاذِ حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند

مُرتّب

محمد سہیل قاسمی

(یکے از خدّامِ حضرت والا)

تفصیلات

کتاب کا نام : ذکرِ نبی ﷺ

کلماتِ بابرکات : فقیہ النفس حضرت اقدس مفتی محمد حنیف صاحب چشتی مدظلہ العالی

ازافادات : حضرت حاجی شکیل احمد صاحب چشتی مدظلہ العالی

مُرتّب : محمد سہیل قاسمی (یکے از خدّامِ حضرت والا)

سنِ اشاعت : ۱۴۳۳ھ ۲۰۱۲ء

تعدادِ اشاعت : دوہزار (۲۰۰۰)

ایڈیشن : چھٹا ایڈیشن

ناشر :

Plot no.18,Shop No. 1&2, Bushra Park,
Panvel. 410206. Ph. +91-9004669180
e-mail: hirapublication@gmail.com

ملنے کے پتے

- ادارۂ اسلامیات ۱۳۶ محمد علی روڈ، ممبئی ۳، انڈیا۔ Ph: 022-23435243
- مکتبہ حکیم الامت، سہارن پور، یوپی، انڈیا۔ Ph: 09759870037
- کتب خانہ محمودیہ، دیوبند، یوپی، انڈیا۔ Ph: 09358451593

عناوین

عناوین

عناوین

ذکرِ نبی ﷺ

عناوین

عرضِ مُرتّب

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

حضرت والا دامت برکاتہم کا یہ وعظ سالِ گذشتہ ماہِ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ بہ روز اتوار صبح دس بجے مجلس والے کمرے میں ہوا، حاضرین کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ وعظ بڑا ہی پُرسوز اور درد بھرا تھا جس میں آپ نے نبیٔ رحمت حضرت محمد مصطفی ﷺ کا تذکرہ کچھ اس انداز سے فرمایا کہ پورے وعظ کے دوران مجمع پر رقت کی کیفیت طاری رہی، لوگوں کی ہچکیاں بندھ گئیں، آپ بھی از اول تا آخر زار وقطار روتے رہے۔ وعظ کے بعد بڑی گریہ وزاری کے ساتھ طویل دعا بھی فرمائی۔

اس عاجز نے بفضلہٖ تعالیٰ افادۂ عام کی غرض سے اس وعظ اور دعا کو ترتیب تو دے دیا؛ لیکن سوز و درد کی وہ کیفیت کیسے نقل کی جاسکتی ہے جو دورانِ وعظ اور دعا آپ پر طاری تھی۔ تاہم امید ہے کہ جس دل میں نبیٔ رحمت ﷺ کی محبت کی ذرا بھی رمق باقی ہوگی وہ اس تحریر میں آپ کے اس درد کو ضرور محسوس کرے گا۔

اللہ رب العزت حضرت والا دامت برکاتہم کا سایہ عافیت کے ساتھ ہم پر تادیر قائم رکھیں اور آپ کے فیوض وبرکات سے کامل استفادے کی توفیق نصیب فرمائیں، آپ کے دامن سے وابستگی کو اس عاجز کی اور اس کے اہلِ خانہ کی مغفرت اور نجات کا ذریعہ بنائیں۔ نیز آپ کے اس وعظ کو اور جملہ مواعظِ حسنہ کو شرفِ قبولیت عطا فرماکر آپ کے لیے ذخیرۂ آخرت بناتے ہوئے امت کی اصلاح کا ذریعہ بنادیں اور ہمیں کامل اخلاص کے ساتھ عمل کی نیت سے اس سلسلے کی مزید خدمات کی توفیق نصیب فرمائیں اور جملہ معاونین کو اپنی شایانِ شان بدلہ عطا فرمائیں۔ آمین۔

محمد سہیل (یکے از خدّامِ حضرت والا)

کلماتِ شکر بھی اور نامۂ معذرت بھی

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

زیرِ نظر کتاب ''ذکرِ نبی ﷺ'' دراصل اللہ رب العزت کے محبوب جناب نبیٔ اکرم ﷺ کا محبت بھرا تذکرہ ہے جو اب سے تقریباً چار سال قبل ان ہی کے ایک محبِّ صادق کی زبانی ان کی ''بزمِ محبت'' میں کیا گیا تھا۔

یہ اللہ رب العزت کا بے انتہا فضل وکرم اور احسان ہوا کہ انھوں نے اس سیہ کار کو اس تذکرے کے مُرتّب کرنے کی سعادت نصیب فرمائی، جیسا کہ اس سے قبل انھوں نے اس عاجز کو حضرت والا دامت برکاتہم کے ملفوظات پر مشتمل ''دُرَرِ آبدار لضیافۃ الابرار'' (چمکتے موتی) نامی کتاب کو جو دو جلدوں میں شائع ہوکر مقبولِ خاص وعام ہوئی ہے، مُرتّب کرنے کی سعادت نصیب فرمائی تھی، فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ عَلٰی ذٰلِکَ۔

اس عاجز نے ترتیب ونظرِ ثانی کے دوران اس کتاب کو بار بار پڑھا؛ لیکن جب جب پڑھا قلب کی رقت اور آنکھوں کی نمی میرے ساتھ ساتھ رہی۔ بعض اوقات تو یہ بھی ہوا کہ کام کے دوران ہی میں زار وقطار رونے لگا اور بلا اختیار دعائیہ کلمات میری زبان پر جاری ہوگئے، نیز اس دوران حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی محبت میں بھی کھلے طور پر اضافہ محسوس ہوا۔ اس لیے کہ اس تذکرے میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے مختلف واقعات کی منظر کشی اس درد بھرے

اندازسے کی گئی ہے کہ مجھ جیسے "بدباطن" کا دل بھی اسے پڑھ کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس بنا پر طباعت سے قبل ہی یہ امید ہو چلی تھی کہ جب مجھ جیسا شخص اس تذکرے کو سن کر اتنا متاثر ہوسکتا ہے تو پھر یہ تذکرہ اہلِ محبت کے درمیان یقیناً قدر و تحسین کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

لیکن اہلِ محبت اس تذکرے کو اس قدر پسند کریں گے کہ بہت کم وقفے کے اندر اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کرنے کی نوبت آپڑے گی، اس کی توقع اس عاجز کو ہرگز نہ تھی۔ پھر لوگوں کے تقاضے پر دوسرا ایڈیشن بھی شائع ہوا؛ لیکن وہ بھی اہلِ محبت کی تشنگی کو بجھانے کے لیے ناکافی ثابت ہوا اور مختلف مقامات سے تیسرے ایڈیشن کی طباعت کے مسلسل تقاضے ہونے لگے، بعض جگہوں سے یہ اطلاعات بھی موصول ہوئیں کہ اصل کتاب دستیاب نہ ہونے کی بنا پر لوگوں نے بڑی مقدار میں اس کی فوٹو کاپیاں بھی کروائیں۔

کتاب کی اس قدر مقبولیت کو دیکھتے ہوئے حضرت والا دامت برکاتہم کی رائے عالی یہ ہوئی کہ تیسرے ایڈیشن میں موضوع کی مناسبت سے کچھ مزید مواد بھی اس کتاب میں شامل کیا جائے تاکہ اس کی افادیت اور نافعیت دوچند ہو، ساتھ ہی اس بات کی وضاحت بھی ضرور کردی جائے۔ لیکن اس عاجز کو اس بات کے اعتراف میں کوئی پس و پیش نہیں کہ میری تساہلی کے سبب حضرت والا دامت

برکاتہم کی رائے عالی پر فوری طور سے عمل درآمد نہ ہوسکا اور موجودہ ایڈیشن کے آپ کے ہاتھوں تک پہنچنے میں کافی تاخیر ہوگئی، جس کے لیے یہ سیہ کار بہت شرمندہ بھی ہے اور آپ کے حضور معذرت خواہ بھی۔

خیر، اب یہ کتاب حضرات اکابر علما کے بیانات اور ان کے مضامین سے اخذ کیے گئے کچھ مفید اضافوں کے ساتھ آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس عاجز کو امید ہی نہیں؛ بل کہ یقین ہے کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا یہ محبت بھرا تذکرہ اس نئے پیرائے کے ساتھ ان شاء اللہ ہم سب کے حق میں پہلے سے کہیں زیادہ مفید اور نافع ثابت ہوگا۔

اب یہ عاجز درمیان سے ہٹتا ہے کہ پہلے ہی انتظار بہت طویل ہو چکا ہے۔ اب آپ ہیں اور محبوبِ رب العالمین کا محبت بھرا تذکرہ ہے، اسے ذوق و شوق کی نگاہ اور عظمت و محبت کے جذبات سے پڑھیں، ساتھ ہی یہ نیت بھی کرلیں کہ اسے پڑھ کر ہمیں حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی کامل محبت اور ان کا کامل عشق نصیب ہوجائے اور اس محبت کے نتیجے میں نہ صرف ہمیں ان کی کامل اتباع کی توفیق ملے؛ بل کہ ان کے دین کا غم اور ان کی امت کا درد بھی نصیب ہوجائے، آمین بجاہِ سید المرسلین۔

یہ عاجز امید کرتا ہے کہ اس تذکرے کو پڑھنے کے بعد آپ حضرت والا دامت

برکاتہم (مجازِ بیعت حضرت اقدس مفتی محمد حنیف صاحب[1] دامت برکاتہم) کے ساتھ ساتھ اس سیہ کار کو اور اس کے جملہ معاونین کو اپنی دعاؤں میں فراموش نہ کریں گے، یہ آپ کا ہم پر احسانِ عظیم ہوگا۔

محتاجِ دعا

محمد سہیل عفی عنہ

(یکے از خدام حضرت والا)

۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۳ھ ۱۲ مئی ۲۰۱۲ء

---

[1] حضرت ممدوح کی عمر سو(۱۰۰) سال سے متجاوز ہوچکی ہے، آپ نے اصلاحِ حال کے لیے اولاً حضرت تھانویؒ کی طرف رجوع فرمایا؛ لیکن حضرتؒ نے علالت ونقاہت کے باعث خدمت سے معذوری ظاہر کی اور اپنے خلفا میں سے جس سے مناسبت محسوس ہو رجوع ہونے کی ہدایت فرمائی۔ چناں چہ آپ نے حضرتؒ کے ایک ممتاز خلیفہ حضرت شاہ صاحب وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے روحانی تعلق قائم فرمایا اور حضرت شاہ صاحبؒ کی وفات تک آپ کی خدمت وصحبت میں رہ کر کسبِ فیض کیا اور پھر آپ کی طرف سے اجازت وخلافت سے بھی سرفراز کیے گئے۔ حضرت ممدوح کی تدریسی خدمات سے متعلق بس اتنا ہی کہنا کافی ہوگا کہ آپ نے تقریباً اکسٹھ (۶۱) سال تک تدریسی خدمات انجام دیں ہیں اور تقریباً پچیس سال متواتر بخاری شریف پڑھائی اور ضعف ونقاہت کے باوجود تاحال یہ سلسلہ کسی نہ کسی درجے میں جاری ہے۔ اللہ رب العزت حضرت ممدوح کا سایہ عاطفت ہم پر تادیر قائم رکھیں اور ہمیں ان کی قدر کرتے ہوئے ان سے کامل استفادے کی توفیق مرحمت فرمائیں، آمین۔ (از مرتب)

کلماتِ بابرکات

فقیہ النفس حضرت مولانا مفتی محمد حنیف صاحب مدظلہ العالی

خلیفۂ اجل

عارف باللہ حضرت اقدس شاہ وصی اللہ صاحبؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لحضرة الجلالة والنّعت لخاتم الرّسالة والصّلوٰة والسّلام علیٰ من کان نبیاً وادم علیه السّلام بین المآء والطین فسبحان من خلق الانسان من مآءٍ مهینٍ، وأنطق له اللسان وأعطاه البیان وان من البیان لسحراً ،وذٰلك فضل الله یعطیه لمن یشآء ماشآء ویخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی ولکنّ اکثر الناس لایعلمون،ولله الخلق والامر کله فاذا اراد شیئاً فیقول له کن فیکون۔ بعد!

تاریخ میں قدرت کے ایسے شواہد موجود ہیں کہ قادر وقہار جل جلالہٗ نے بے روح اور بے جان چیزوں کے واسطے اور ذریعے قدرت کے ایسے شاہ کار اور نمونے ایجاد فرمائے ہیں کہ عرفاء ذی روح دنگ رہ گئے، مثلاً خشک اور بوسیدہ لکڑی ہونے کے باوجود اُستُنِ حنانہ کا فراقِ حبیبِ ربُّ العالمین پر آہ وبکا اور وہ بھی ایسا کہ بڑے بڑے عرفاء اصحاب سے نہ بن پڑے، اور بہت ہی معمولی اور ضعیف تر پرند کے واسطے ابرہہ جیسے دم خم اور سینہ تاننے والے ہاتھیوں اور ہاتھی سواروں کے چھکے

چھڑا دیے۔ اس لیے آج بھی ہم اور آپ اگر کسی کو کچھ نہ سمجھتے ہوں مگر خدا تعالیٰ قادر وقہار اس سے ایسا کام لے لیں جو ہم جیسے انار کھنے والوں سے نہ بن آئے تو کیا عجب ہے۔ پیشِ نظر رسالہ جو آپ کے روبرو کم از کم اس حقیر کے روبرو اسی طرح کے عجائبات میں سے ہے اور یہ پڑھنے کو دل چاہتا ہے کہ ؎

نگارِ من کہ نہ مکتب رسید و درس نہ کرد — سبق بہ غمزہ بیاموخت صد مدرس شد

اس سے میری مراد میرے محبوب و محب دوست و صدیق حمیم بھائی شکیل احمد زاد مجدہٗ ہیں ان کی جس کاوشِ معہود پر یہ خامہ فرسائی یہ سودائی کر رہا ہے آپ کے سامنے ہے پڑھئے اور خود فیصلہ فرمایئے کہ اس ناکارہ کی گذارشات محض مجنون کی بڑ ہیں یا کچھ حق اور حقیقت بھی۔ آگے بس ایک جملے پر اپنی ہرزہ سرائی ختم کرتا ہوں کہ

؎ لذتِ مے نہ شناسی بخدا تانہ چشی

بس پڑھ کر ہی فیصلہ کیجیے "وما اردت الا اظہار ماھو الحق عندی"

واخیراً دوبارہ کہتا ہوں کہ ؎ لذتِ مے نہ شناسی بخدا تانہ چشی

بس خود پڑھ کر فیصلہ کیجیے۔

والسلام

ناکارہ وآوارہ قسمتوں کا مارا

محمد حنیف غفرلہٗ جونپوری

۲۵/ربیع الاول ۱۴۳۰ھ مطابق ۲۳/مارچ ۲۰۰۹ء

تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد راشد صاحب اعظمی مدظلہ العالی

ترجمانِ اہل سنت واستاذِ حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد!

یہ امت اپنے رسولِ کریم ﷺ سے جتنی قریب رہے گی اسی کے بقدر اللہ کی ہدایات، عنایات اور رحمتوں سے بھی قریب ہوتی چلی جائے گی۔ کیوں کہ جناب رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان واسطۂ ہدایت ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے: یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا۔

ترجمہ: اے نبی! (ﷺ) ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، بشارت سنانے والا، عذابِ الٰہی سے ڈرانے والا اور اللہ کی مرضی کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

اس امت میں صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ بارگاہِ نبوت میں سب سے زیادہ مقامِ قرب سے سرفراز ہیں، اسی اعتبار سے دربارِ خداوندی میں بھی ان کا مقام اس امت میں سب سے زیادہ بلند ہے۔ چناں چہ ان کے افضل البشر بعد الانبیا
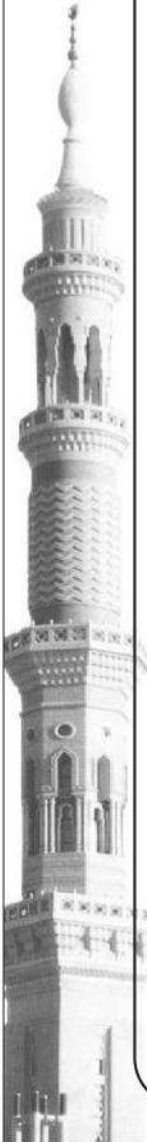
هونے میں پوری امت کا اتفاق ہے۔ امت کے طبقات میں صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا طبقہ سب سے زیادہ اپنے نبی سے قریب ہے۔ لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۔ نیز رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ کا تمغہ سب سے زیادہ ان ہی کو حاصل ہے۔ اسی لیے مصلحینِ امت اور داعیانِ ہدایت کی ہر دور میں یہی کوشش رہی ہے کہ امت کو زیادہ سے زیادہ اپنے نبی ﷺ سے قریب کریں، تاکہ وہ ہدایت وفلاح سے ہم کنار ہوسکیں۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ مؤثر ذریعہ یہی ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ کی سیرتِ مقدسہ کو لوگوں کے سامنے پیش کریں۔

چناں چہ اسی مقصد کے تحت ہر دور میں سیرتِ پاک پر کتابوں کی تصنیف جاری رہی، مجالسِ سیرت اور مواعظِ سیرت کا سلسلہ جاری رہا۔ ہمارے پیشِ نظر یہ کتاب "ذکرِ نبی ﷺ" بھی اسی مبارک سلسلے کی ایک حسین کڑی ہے جو محترم المقام جناب شکیل احمد صاحب زید مجدہم خلیفۂ مجاز حضرت اقدس مفتی محمد حنیف صاحب مدظلہ العالی کے ملفوظات ہیں جو بحمد اللہ بڑی ہی تاثیر اور بڑی ہی پُرسوز شخصیت کے مالک ہیں، جنھیں اللہ تعالیٰ نے دولتِ اخلاص، درمیانہ صفات اور اولیائے امت کی خدمت اور ان کے اعتماد کی نعمتِ بے کراں سے خوب نوازا ہے۔

حضرت حاجی صاحب نے اپنی مجلس میں نبیٔ کریم ﷺ کی سیرتِ پاک پر

عجیب وغریب وعظ بیان فرمایا، جس کا لفظ لفظ مؤثر اور عشقِ نبی میں ڈوبا ہوا ہے، علمی اور تحقیقی اعتبار سے بھی مضامین بہت بلند پایہ ہیں، پڑھتے جائیے اور دل میں اترتے چلے جاتے ہیں۔ حاجی صاحب کا یہ وعظ ان کے بعض متوسلین نے کتابی شکل میں مُرتّب فرمادیا ہے جو بحمد اللہ ذخیرۂ سیرت میں ایک قابلِ قدر اضافہ ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کے اس گراں قدر فیض کو عام فرمائے اور تمام امت کی طرف سے ان کو بہترین بدلہ عنایت فرمائے، آمین۔

احقر

محمد راشد اعظمی

دار العلوم دیوبند

۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ

رائے گرامی

حضرت مولانا مفتی محمد زید مظاہری ندوی مدظلہ العالی

مُجازِ صحبت

حضرت اقدس مولانا قاری محمد صدیق صاحب باندویؒ

باسمہٖ سبحانہٗ و تعالیٰ

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے، اس نے انسانوں کو پیدا فرما کر ان کی ہدایت اور صراطِ مستقیم پر چلنے کے لیے اپنے نبیوں کو بھیجا جن میں سب سے آخری نبی سید الانبیا جناب محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا، اب تو نجات منحصر ہے نبی کریم ﷺ کی اتباع اور پیروی میں۔ آپ نے رہتی دنیا تک کے لیے زندگی گذارنے کا ایسا دستور العمل بیان فرمایا اور ایسے نقوش چھوڑے کہ دنیا کے سارے انسان اس کی پیروی کر کے دنیا و آخرت کی کام یابی حاصل کر سکتے ہیں۔ آپ دنیا میں جس وقت تشریف لائے تھے اس وقت چاروں طرف ظلمت و جہالت کے بادل چھائے ہوئے تھے، ظلم و استبداد اور انتشار و اختلاف کا بازار گرم تھا، طاقت ور کم زور کو کھائے جا رہا تھا، نومولود لڑکیاں زندہ دفن کر دی جاتی تھیں، لوگ اپنے ربِ حقیقی مالک الملک کے بجائے بے شمار

بتوں کے پجاری تھے، ان کو نافع و ضار سمجھ کر ان ہی کے آگے سر بسجود ہو کر ان ہی سے دعائیں کرتے اور مرادیں مانگتے تھے، آپ دنیا میں تشریف لائے اور آپ نے دنیا کو انسانیت کا، وحدانیت اور عبودیت کا سبق سکھایا اور زندگی گذارنے کے طریقے بتائے اور خود کر کے دکھلایا، ارشادِ خداوندی ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کہ اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ ان کی پیروی کیے جاؤ، دنیا بھی سکون کی گذرے گی اور آخرت میں بھی کام یابی نصیب ہوگی۔

سیرتِ پاک کے عنوان سے آج مختلف جلسے اور پروگرام ہوتے ہیں جن میں امت کو یہی سبق یاد دلایا جاتا ہے کہ نبی کی پیروی کرو، اسی میں کام یابی ہے۔

اسی سلسلے کا ایک وعظ محترم جناب الحاج شکیل احمد صاحب (خلیفہ حضرت مولانا مفتی محمد حنیف صاحب دامت برکاتہم) کی مجلس میں بھی ہوا۔ آپ نے اپنی مجلس میں سیرتِ پاک کے عنوان سے ایسے دل نشیں انداز سے بیان فرمایا جس کو پڑھنے سے ایمان میں تازگی پیدا ہوتی ہے، رسول اللہ ﷺ کی محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور آپ ﷺ کی اتباع و پیروی کی رغبت اور اطاعت کا جذبہ و شوق پیدا ہوتا ہے اور سیرتِ پاک کا جو اصل مقصد ہے یعنی اتباعِ کامل وہ واضح طور پر سامنے آتا ہے، زندگی کے مختلف گوشوں سے متعلق

راہ نمائی حاصل ہوتی ہے۔احقر نے اس کے معتد بہ حصے کا مطالعہ کیا ہے، ماشاء اللہ اسلوبِ بیان نہایت آسان، افراط وتفریط سے خالی، اعتدال وتوسط کے دائرے میں ہے۔اگراس کتاب کا ترجمہ دیگر زبانوں میں بھی ہوجاتا تو غیراردوداں طبقہ بھی اس سے مستفید ہوتا۔اللہ تعالیٰ موصوف کی اس سعی کو قبول فرمائیں اورامت کے حق میں اس کو مفید اور نافع بنائیں،آمین۔

محمد زید مظاہری

۲۰ رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم۔امابعد!

قال اللہ تبارك وتعالیٰ: وما ارسلنك الا رحمة للعلمین۔

وقال رسول اللہ ﷺ:لقد اخفت فی اللہ وما یخاف احد ولقد اوذیت فی سبیل اللہ وما یوذی احد۔او کما قال النبی ﷺ ۔

نبی کریم ﷺ کا امت کے ساتھ تعلق

محترم بزرگو اور دوستو! ہمارا ایمان ہے کہ مخلوقات میں سب سے زیادہ صادق وامین ذات اگر کوئی ہے تو وہ حضرت نبی کریم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ ہے۔دنیا نے دیکھا کہ پچھلے حالات سے متعلق حضرت نبی کریم ﷺ نے جو باتیں بیان فرمائی تھیں گذشتہ زمانوں میں ویسا ہی ہوا، آج جو کچھ ہو رہا ہے وہ حضرت نبی کریم ﷺ کے ارشادات کے مطابق ہو رہا ہے اور آیندہ بھی جو کچھ ہوگا وہ آپ ﷺ کے ارشادات کے عین مطابق ہوگا ، خدا کی قسم اس کے خلاف ذرہ برابر نہیں ہوسکتا۔

حضرت نبی کریم ﷺ کو امت سے جو تعلق تھا، اس تعلق کو بیان کرنے کے لیے زبان سے الفاظ تو کہے جاسکتے ہیں؛ لیکن اس تعلق کی جو کیفیت آپ کے دل میں تھی، اس کی صحیح ترجمانی الفاظ کے ذریعے نہیں کی جاسکتی۔

دیکھئے! حدیثِ پاک میں ایک واقعہ ملتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک صحابی سے

چوری کا عمل سرزد ہو گیا۔ جب جرم ثابت ہو چکا تو حضرت نبی کریم ﷺ نے حکم دے دیا کہ حد نافذ کر دو اور ان کا ہاتھ کاٹ دو۔ جب ان کا ہاتھ کاٹا جانے لگا تو حضرت نبی کریم ﷺ رونے لگے۔ کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! (ﷺ) آپ ہی کے حکم سے تو ان کا ہاتھ کاٹا جا رہا ہے، پھر آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا ہاں! ہاتھ تو میرے ہی کے حکم سے کاٹا جا رہا ہے؛ لیکن چوں کہ یہ میرا امتی ہے، اس لیے مجھے اس سے محبت ہے اور یہی محبت مجھے رونے پر مجبور کر رہی ہے۔ میرے امتی کا ہاتھ کاٹا جائے اور مجھے غم نہ ہو، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

پریشانیوں کا حل نبی کریم ﷺ کی اتباع میں

دوستو! آپ ﷺ کی یہ محبت اور ہم دردی صرف ان ہی صحابی کے ساتھ مخصوص نہ تھی؛ بل کہ اس وقت جتنے انسان اس روئے زمین پر موجود تھے ان سب کے ساتھ؛ بل کہ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے ساتھ آپ ﷺ کو ایسی ہی ہم دردی تھی۔ آپ ﷺ کے دل میں تمام انسانوں کے لیے جو محبت اور ہم دردی تھی ایسی محبت اور ہم دردی دنیا میں کسی کو کسی کے ساتھ نہیں ہو سکتی۔ اسی محبت اور ہم دردی کی بنا پر آپ اپنی امت کو زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق ایسی ہدایات دے گئے کہ یہ امت کہیں کسی حال میں پریشان نہ ہو، اس پر جو حال بھی آئے اس حال سے متعلق اسے قرآن وحدیث کی روشنی میں پوری پوری رہبری مل

جائے۔ گویا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کو زندگی گذارنے کا ایک ایسا قانون اور دستور دے کر چلے گئے کہ رہتی دنیا تک یہ امت اسی قانون اور دستور کے مطابق اپنی زندگی گذار لے، زندگی کے کسی بھی شعبے میں رہبری کے لیے وہ دوسروں کی دستِ نگر نہ ہو۔ اس وقت سے لے کر آج تک جن لوگوں نے حضرت نبی کریم ﷺ کی بات کو مانا ہے وہ کبھی ناکام نہیں ہوئے، حالات ضرور آئے، پریشانیاں ضرور آئیں؛ لیکن پریشانیوں نے انھیں کبھی پریشان نہیں کیا۔ حالات اور پریشانیوں میں رہنے کے باوجود کبھی ان کے دل بے چین نہیں ہوئے۔

قابلِ رشک تاجر

چناں چہ ایک تاجر جن کا بڑا کاروبار ہے اور جائز کاروبار ہے، اللہ پاک ہر فتنے سے ان کی حفاظت فرمائیں۔ بڑے تاجروں کے یہاں انکم ٹیکس والوں کی ریڈ پڑ جانا معمول کی بات ہے، یہاں ہندوستان میں یہ سب ہوتا رہتا ہے۔ ایک مرتبہ ان کے یہاں بھی انکم ٹیکس والوں کی زبردست ریڈ پڑ گئی، پولیس اور انکم ٹیکس ڈپارٹمینٹ کے افسران نے ہر طرف سے ان کا محاصرہ کر لیا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ اس اچانک محاصرے سے وہ یقیناً بے چین ہو گئے ہوں گے، کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ شاید وہ چھپ چھپا کر بھاگ جائیں گے؛ لیکن وہاں تو معاملہ ہی کچھ اور تھا، ان کے دل میں بے چینی تھی اور نہ ہی وہ بھاگنے کا منصوبہ بنا رہے تھے۔ دوکان میں

آفیسرس بیٹھے ہوئے تھے، تحقیق وتفتیش جاری تھی۔اسی دوران انھوں نے افسران سے کہا کہ دیکھئے صاحب! میں ظہر کی نماز پڑھ چکا ہوں اور نماز کے بعد میرا معمول کچھ دیر آرام کرنے کا ہے، لہٰذا میں اس وقت آرام کرنے جارہا ہوں، آپ لوگ اپنی تحقیق جاری رکھیں، میں کچھ دیر آرام کرنے کے بعد آپ لوگوں سے بات کروں گا۔انکم ٹیکس کے آفیسرس دوکان میں بیٹھے تحقیق کررہے ہوں اور آدمی کو نیند آجائے، یہ کیسے ممکن ہے؟

ہاں دوستو! اس حالت میں بھی کچھ لوگوں کو نیند آجاتی ہے؛ لیکن انھیں لوگوں کو آتی ہے جن کے دلوں میں صرف اور صرف اللہ رب العزت کا خوف ہوتا ہے، ان کے علاوہ کسی کا ڈر اور خوف ان کے دلوں میں نہیں ہوتا۔اللہ اور ان کے رسول ﷺ کی کامل اطاعت وفرماں برداری کی وجہ سے ہر دم ان کے دلوں میں چین اور سکون ہوتا ہے، مخلوق کا ڈر اور خوف انھیں چھوکر بھی نہیں گذرتا۔ کاش! ہم بھی اللہ رب العزت اور ان کے پیارے رسول ﷺ کی ایسی اطاعت و فرماں برداری کرتے تو ہمارے دلوں سے بھی مخلوق کا خوف نکال دیا جاتا، ہمارے دلوں میں بھی اسی طرح کا چین اور سکون ہوتا جس طرح کا سکون اس وقت اس تاجر کے دل میں موجود تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اطمینان اور یقین

دوستو! جس نے حضور اکرم ﷺ کے طریقوں کو اپنالیا اس نے چین اور سکون حاصل کرلیا اور پریشانیوں سے نجات پالی اور جس نے ان کے طریقوں کو چھوڑ دیا اس نے خود اپنی زندگی سے چین اور سکون کو نکال دیا اور پریشانیوں کو خرید لیا۔ جو نبی کی لائی ہوئی شریعت اور ان کے مبارک طریقوں سے ہٹ گیا وہ زندگی میں کبھی چین اور سکون سے رہ ہی نہیں سکتا، مصائب اور پریشانیاں اسے گھیر کر رہتی ہیں۔

دیکھئے! ہجرت کی رات ہے، حضرت نبیٔ کریم ﷺ اپنے دولت کدے سے نکل کر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمانے والے ہیں۔آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا، کفارِ مکہ کی کچھ امانتیں جو آپ ﷺ کے پاس رکھی ہوئی تھیں، انھیں حضرت علیؓ کو سپرد کرتے ہوئے فرمایا کہ علی! آج کی رات تمھیں میرے بستر پر سونا ہے، اس لیے کہ میں رات کو مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کروں گا، مکہ والوں کی کچھ امانتیں میرے پاس رکھی ہوئی ہیں جو میں تمھارے حوالے کیے جارہا ہوں، ان امانتوں کو ان کے سپرد کرکے تم بھی مدینہ طیبہ چلے آنا۔

دیکھئے! حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم ہے کہ کفارِ مکہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے قتل کے درپے ہیں، ہر طرح کے مہلک ہتھیار ان کے پاس موجود

ہیں، وہ بس موقع کی تاک میں ہیں کہ موقع ملتے ہی معاذ اللہ آپ ﷺ کا کام تمام کردیں۔

ذرا غور سے سنیں! کس کے بستر پر سونا ہے؟ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے بستر پر سونا ہے اور یہ معلوم ہے کہ دشمنانِ اسلام ہر طرح کے اسلحوں سے لیس ہو کر آپ ﷺ کے قتل کے ارادے سے مکان کے باہر کھڑے ہوئے ہیں۔ اس حال میں بھلا کسے نیند آسکتی ہے؟ لیکن میں نے ایک جگہ بیان میں سنا تھا کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کفارِ مکہ کی امانتیں ان کے سپرد کر کے مدینہ طیبہ پہنچ گئے تو وہاں کسی نے آپ سے پوچھا کہ ہجرت کی رات جب حضور اکرم ﷺ نے آپ کو اپنے بسترِ مبارک پر سونے کا حکم دیا تھا تو کیا اس رات آپ کو نیند آئی تھی؟ پوچھنے والوں کا خیال تھا کہ شاید اس رات حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نیند نہ آئی ہوگی، اس رات آپ بہت بے چین رہے ہوں گے۔ فرمایا کیوں نہیں، نیند تو آئی تھی اور بہت اچھی نیند آئی تھی، اتنی اچھی نیند تو شاید مجھے زندگی میں کبھی نہ آئی ہو۔ پوچھا گیا وہ کیوں؟ فرمایا اس لیے کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے مکہ والوں کی امانتیں مجھے سپرد کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ علی! لوگوں کی امانتیں ان کے سپرد کرنے کے بعد تم بھی مدینہ طیبہ چلے آنا۔ آپ کے اس جملے کی بنا پر مجھے یہ یقین ہو چلا تھا کہ آج کی رات مجھے موت نہیں آئے گی۔ کیوں کہ آپ نے کفارِ مکہ کی امانتیں ان کے سپرد کرنے

کے بعد مجھے مدینہ طیبہ بلایا تھا، اس لیے مجھے یقین تھا کہ میں مکہ والوں کی امانتیں بھی ان تک پہنچادوں گا اور بہ خیر و عافیت مدینہ طیبہ بھی پہنچ جاؤں گا۔

دوستو! کاش ہمیں بھی حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی باتوں پر ایسا یقین حاصل ہوتا تو آج ہم بھی اپنے دلوں میں ویسا ہی اطمینان وسکون پاتے جیسا اطمینان وسکون اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دشمنوں کے نرغے میں رہ کر حاصل تھا اور آج ہم جس طرح مخلوق کا خوف اپنے دلوں میں لیے پھر رہے ہیں اس طرح کا خوف ہمارے دلوں میں نہ ہوتا۔

نبیٔ کریم ﷺ کی اطاعت والے بے چین نہیں رہتے

اور اگر ہمیں ایسا یقین حاصل نہیں ہے تو پھر ہم اللہ پاک ہی سے کیوں نہیں مانگتے کہ یا اللہ! آپ ہمیں حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی کامل محبت دے دیجیے، ان کی باتوں پر کامل یقین عطا فرمایئے، جس وقت جیسا بن کر جینا انھیں پسند ہو آپ ہمیں اس وقت ویسا ہی بن کر جینے کی توفیق دے دیجیے۔

دوستو! ایک مسلمان کو حضور اکرم ﷺ کی باتوں پر کامل یقین ہو اور اس کا عمل بھی ان کے ارشادات کے مطابق ہو اور پھر وہ ذلیل ہو جائے یا اس کا دل بے چین اور بے سکون رہنے لگے، خدا کی قسم یہ ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ہاں کچھ دیر کی وقتی پریشانی تو انسانی فطرت اور بشری تقاضہ ہے کہ اللہ پاک نے انسان کو ایسا بنایا

ہی ہے کہ جب اسے کوئی پریشانی لاحق ہوتی ہے تو وقتی طور پر اسے جھٹکا لگتا ہے؛ لیکن اللہ پاک ایسے بندے کو زیادہ دیر پریشان رہنے نہیں دیتے؛ بل کہ بہت جلد اسے اپنی جانب متوجہ ہونے کی توفیق نصیب فرماتے ہیں اور اس کے دل کو چین وسکون مرحمت فرماتے ہیں۔

نبیٔ کریم ﷺ کا اطمینان دشمنوں کے نرغے میں

اسی طرح ہجرت کے واقعے کو دیکھیں کہ جب کفارِ مکہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا اور آپ کے جاں نثار ساتھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پیچھا کرتے ہوئے غار کے منہ پر آ گئے اور اتنے قریب پہنچ گئے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کے قدم دکھائی دینے لگے تو انھیں خیال ہوا کہ اب تو ہم پکڑے گئے، دشمنوں کا غار کے بالکل منہ پر کھڑا ہونا یہ بتا رہا ہے کہ انھیں یہاں ہماری موجودگی کا پتہ چل چکا ہے ورنہ اتنے قریب آ کر کیوں کھڑے ہوتے؟ اس لیے کہ مدینہ طیبہ جانے کا راستہ تو دوسرا ہے، یہ غارِ ثور کا راستہ مدینہ طیبہ سے بالکل مخالف سمت میں جا رہا ہے، وہ اس راستے سے آئے ہیں تو یقینا ہماری تلاش ہی میں آئے ہیں اور پھر ایسی جگہ آ کر کھڑے ہونا جہاں سے قدم دکھائی دے رہے ہوں تو سو فیصد یقینی بات ہے کہ ہمیں ہی پکڑنے آئے ہیں۔ ہم ذرا اس وقت کے حالات پر غور تو کریں کہ پکڑے جانے میں ذرا بھی شبہ نہیں ہے۔ ابھی یہ دشمنانِ اسلام غار کے اندر آئیں

گے اور ہمیں گرفتار کر لیں گے اور بہت ممکن ہے قتل بھی کر دیں۔ لیکن اس کے باوجود جناب نبیٔ اکرم ﷺ کتنے مطمئن ہیں اور کس اطمینان کے ساتھ اپنے ساتھی حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے فرما رہے ہیں "لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا" کہ ابوبکر! ان حالات کو دیکھنے کے باوجود گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے، اللہ پاک ہمارے ساتھ ہیں۔

اللہ پاک کب ساتھ ہوتے ہیں؟

دوستو! اللہ پاک کب ساتھ ہوتے ہیں؟ اللہ پاک اس وقت ساتھ ہوتے ہیں جب ہم نبی کے ساتھ ہوتے ہیں۔ یعنی اپنے تمام اعمال کو حضور اکرم ﷺ کی سنتوں سے سجائے رکھتے ہیں اور ان کے اسوے اور طریقے ہی میں کام یابی سمجھتے ہیں۔ یاد رکھیں! اگر ہم حضور ﷺ کی زندگی کو اور آپ کے پاکیزہ طریقوں کو اپنائیں گے تو اللہ پاک ہمارے ساتھ ہوں گے، اور اگر ہم ان کو چھوڑ دیں گے اور ان کی زندگی سے اپنا رخ پھیر لیں گے تو پھر اللہ پاک بھی ہمیں چھوڑ دیں گے اور ہم سے اپنا رخ پھیر لیں گے۔

ہمارا محسنِ اعظم کون؟

دنیا کا دستور ہے کہ آدمی محسن کا احسان مند ہوتا ہے، اس کے احسان تلے اس کی گردن جھکی ہوتی ہے۔ اس بنا پر وہ اپنے محسن کا اکرام کرتا ہے اور اپنی بساط

بھراس کے احسان کا بدلہ دینے کی کوشش بھی کرتا ہے اوراس کی بات کو کاٹتے ہوئے اسے بہت غیرت آتی ہے۔

دوستو! حضرت نبیٔ کریم ﷺ بھی تو ہمارے محسن ہیں؛ بل کہ سب سے بڑے محسن ہیں، آپ سے بڑا خیر خواہ اور محسن ہمارا کوئی نہیں ہے۔ جب ہم اپنے دوسرے محسنوں کا پاس ولحاظ رکھتے ہیں تو ذرا غور کریں کہ ہم نے اپنے اس سب سے بڑے محسن کے احسانات کا کتنا پاس ولحاظ رکھا اور ان کی باتوں کو کتنا مانا ہے؟ ہماری زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق ہماری رہبری کر کے وہ تو ہم پر بے شمار احسانات کر گئے؛ لیکن ہم نے ان کے احسانات کے بدلے انھیں آج تک کیا دیا ہے؟ حکم عدولیاں، نافرمانیاں، احسان فراموشیاں، یہی سب ہے جو ہم نے ان کے احسان کے بدلے میں انھیں دیا ہے۔ جو ذات ہمارے لیے اتنا انتظام کر گئی کہ میرے امتی! تجھ پر فلاں حال آئے تو یہ پڑھ لینا، فلاں حال آئے تو یہ پڑھ لینا، یہ عمل کرنا تو ایسے کرنا، وہ عمل کرنا تو ایسے کرنا۔ میاں! بتاؤ تو سہی کہیں انھوں نے ہمیں چھوڑا بھی ہے؟ حتیٰ کہ پیشاب پاخانہ کرنے کی جگہ بھی انھوں نے ہمیں نہیں چھوڑا، اس جگہ کے لیے بھی ہماری رہبری کر گئے کہ بیت الخلا میں جانے سے قبل یہ دعا پڑھ لینا تاکہ خبیث جنات وشیاطین سے تمھاری حفاظت ہو جائے اور وہ تمھیں تکلیف نہ پہنچا سکیں۔

کیا کبھی ہم نے اپنا محاسبہ کیا؟

دیکھیے! آج ربیع الاول کی بارہ تاریخ ہے، عام طور پر اس دن میں سیرت کے عنوان پر جلسے منعقد کیے جاتے ہیں، واعظین حضرات اس روز حضرت نبیٔ کریم ﷺ سے عشق ومحبت پر پوری قوت کے ساتھ بیان کرتے ہیں؛ لیکن کیا کبھی ہم نے اپنا جائزہ لیا کہ ان بیانات کو کرنے اور سننے کے بعد آقا کی کتنی محبت ہمارے دلوں میں پیدا ہوئی؟ ان کی اتباع کا کتنا داعیہ ہمارے دلوں میں پیدا ہوا؟ کیا ان بیانات کو سننے کے بعد ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ آج سے ہم آقا کی سو فی صد اتباع کریں گے؟

دوستو! انھوں نے تو ہمیں کہیں نہیں چھوڑا، لیکن ہم ایسے نکمے اور احسان فراموش ہیں کہ زندگی کے ہر شعبے میں ان کی سنتوں کو چھوڑتے چلے جا رہے ہیں، اور صرف چھوڑ ہی نہیں رہے؛ بل کہ ان کی جگہ علانیہ طور پر رسموں پر عمل کرتے چلے جا رہے ہیں۔ کیا کسی محسن کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا جاتا ہے؟ اور کیا اس کے احسان کا بدلہ اسی طرح دیا جاتا ہے؟ آج کی مجلس میں میرا یہ عنوان نہیں تھا؛ لیکن کیا کروں ان کا ذکر ہی کچھ ایسا ہے کہ جب زبان پر آ جاتا ہے تو پھر طبیعت نہیں مانتی کہ ان کا تذکرہ چھوڑ کر کسی اور کا تذکرہ کیا جائے۔

امت کے ساتھ نبیٔ کریم ﷺ کی ہم دردیاں

احادیثِ مبارکہ اٹھا کر دیکھیے کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ہماری فلاح

وبہبود اور حفاظت کے لیے کیسی کیسی ہدایات ارشاد فرمائی ہیں۔ چناں چہ حدیثِ پاک کا مفہوم ہے کہ جب تم رات کو سونے لگو تو گھر کا چراغ بجھا دو، اپنے برتنوں کو ڈھانک دو، اور اگر برتن خالی ہوں تو انھیں پلٹ دو۔ اس لیے کہ سال بھر میں ایک رات ایسی ہوتی ہے جس میں ایک ایسی ہوا چلتی ہے کہ اگر وہ ہوا کسی کھلے برتن میں داخل ہو جائے اور اس برتن کو بغیر دھلے استعمال کیا جائے تو ایسی بیماری لاحق ہو جاتی ہے جو لا علاج ہوتی ہے۔

دوستو! یہ ہوا روز نہیں چلتی؛ بل کہ سال بھر میں صرف ایک مرتبہ چلتی ہے۔ آپ (ﷺ) کا امتی سال بھر میں صرف ایک مرتبہ نقصان اٹھالے یہ بھی آپ (ﷺ) کو گوارا نہیں ہے، پھر بھلا آپ (ﷺ) یہ کب گوارا کر سکتے ہیں کہ آپ (ﷺ) کا امتی روزانہ نقصان اٹھائے؟

اسی طرح حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ہمیں ایک ہدایت یہ بھی دی کہ جب تم سونے کے لیے اپنے بستر پر جاؤ تو اسے تین مرتبہ جھاڑ لیا کرو۔ ہم ذرا غور کریں کہ آقا ہمیں یہ ہدایت کیوں دے رہے ہیں؟ بستر ہمارا ہے، ہمارے ہی بیڈروم میں بچھا ہوا ہے، ہمارے گھر سے نکلنے کے بعد روزانہ ہمارے بیڈروم کی صفائی ہوتی ہے، بستر جھاڑا جاتا ہے، کھڑکیاں بند کر دی جاتی ہیں، پھر اس بیڈروم میں کوئی داخل نہیں ہوتا۔ اگر کسی ضرورت سے گھر والوں کا جانا بھی ہوتا

ہے تو پھر وہ دوبارہ اسے بند کر دیتے ہیں، اس کے بعد اب ایسی کون سی موذی چیز اس بستر پر آسکتی ہے؟

اور اگر بالفرض بیڈروم کی کھڑکیاں کھلی بھی رہ گئیں تو ان کھڑکیوں سے ہمارے بیڈروم میں کیا چیز داخل ہو جائے گی؟ خاص طور سے ہمارے اس بمبئی کے فلیٹ کے بیڈروم میں کھڑکیوں سے کیا چیز گھر میں گھس آئے گی؟ کوئی تو بتائے کہ ایسی کون سی موذی چیز ہمارے بستر پر آسکتی ہے جس سے بچاؤ کی خاطر آپ ہمیں یہ ہدایت دے رہے ہیں؟ زیادہ سے زیادہ یہی تو ہو سکتا ہے کہ کوئی چیونٹی بستر پر آجائے گی یا کوئی کیڑا بستر پر آجائے گا۔ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی محبت پر قربان جائیں کہ آپ کو یہ بھی گوارا نہیں ہے کہ میرے کسی امتی کو ایک معمولی کیڑا یا چیونٹی کاٹ لے۔ لہٰذا آپ نے ہمیں اس سے حفاظت کی تدبیر بھی بتلا دی کہ جب سونے کے لیے بستر پر جایا کرو تو اسے تین مرتبہ جھاڑ لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی کیڑا یا کوئی چیونٹی پہلے سے اس میں موجود ہو اور وہ تمھیں کاٹ لے۔

اسی طرح حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ہمیں ایک ہدایت یہ بھی دی کہ اگر کبھی تمھارا کپڑا پھٹ جائے تو تم اسے پہنے ہوئے نہ سلو؛ بل کہ اتار کر سلو، کہیں ایسا نہ ہو کہ پہنے ہوئے سلنے کی حالت میں سوئی تمھارے بدن میں چبھ جائے۔ جس نبی کو یہ گوارا نہیں ہے کہ ان کا کوئی امتی اس مہلک ہوا کے اثر سے متاثر ہو یا اسے کوئی کیڑا یا

چیونٹی کاٹ لے یا اس کے بدن میں سوئی چبھ جائے، اس نبی کو یہ کب گوارا ہو سکتا ہے کہ ان کا کوئی امتی جہنم میں چلا جائے۔ یہ تو ہم ہی ایسے ہیں جو ان کے طریقوں کو چھوڑ کر اور ان کی نافرمانیاں کر کے اپنے لیے جہنم کا راستہ ہموار کر رہے ہیں۔

دوستو! کبھی تو بیٹھ کر ہم حدیثِ پاک کو غور و فکر کے ساتھ عمل کی نیت سے پڑھیں اور سوچیں کہ آقا نے ہمارا کتنا خیال رکھا ہے اور ہم ان کا کتنا خیال رکھ رہے ہیں اور ان کی ہدایات پر کس قدر عمل کر رہے ہیں۔ میں آپ کو یہ باتیں اپنے گھر سے نہیں سنا رہا ہوں؛ بل کہ حدیث کے مفہوم میں یہ ساری باتیں ملتی ہیں۔ عام طور سے پانی پی کر گلاس کو اسی طرح رکھ دیا جاتا ہے، پلٹ کر رکھنے کی عادت نہیں ہوتی، پھر اسی طرح بغیر دھلے استعمال کیا جاتا ہے اس لیے آپ ﷺ نے اپنی امت کو یہ ہدایت دی کہ رات کو برتنوں کا منھ کھلا نہ چھوڑو، انھیں ڈھانک دو یا اگر برتن خالی ہوں تو انھیں پلٹ کر رکھ دو، تاکہ اس مہلک ہوا کے اثرات سے محفوظ رہ سکو۔ اسی طرح جب سونے جاؤ تو اپنے بستر کو تین مرتبہ جھاڑ لیا کرو، تاکہ تمھیں کوئی کیڑا یا چیونٹی نہ کاٹ لے۔ اسی طرح جب کبھی تمھارا کپڑا پھٹ جائے تو تم اسے پہنے ہوئے نہ سلو؛ بل کہ اتار کر سلو تاکہ سوئی تمھارے بدن میں نہ چبھ جائے۔

لہٰذا ان احادیث کے پیشِ نظر ہمیں چاہیے کہ ہم بہت اہتمام کے ساتھ ان باتوں پر خود بھی عمل کریں اور گھر والوں کو بھی ان باتوں پر عمل کی تاکید کریں۔

اور اگر عمل کے سلسلے میں گھر والوں کی کوتاہی دیکھیں تو ناراض اور غصہ ہونے کے بجائے انھیں پیار اور محبت سے سمجھانے کی کوشش کریں۔

دیکھیے! ہماری اور ہمارے گھر کی تو انھیں اتنی فکر ہے اور صرف ہماری ہی نہیں؛ بل کہ اپنے ایک ایک امتی کی انھیں اسی طرح فکر ہے۔ لیکن ذرا ہم سوچیں کہ جو ہمارے لیے رات و دن کڑھتے رہے، ہماری فکر میں گھلتے رہے، آخر ہم نے ان کی فکروں کا کتنا خیال رکھا؟

ہمارا عملی نفاق

دوستو! ذرا دل کے کانوں سے سنیں اور غور کریں کہ جو ذات زندگی بھر ہمارے لیے روتی اور تڑپتی رہی ہم ان کے رونے اور تڑپنے کا کتنا خیال رکھ رہے ہیں؟ جب غور کریں گے تو پتہ چلے گا کہ ہمیں تو ان کا ذرا بھی خیال نہیں ہے۔ جس چہرے کو وہ پسند نہ کریں وہ ہمارا چہرہ ہے، جس لباس کو وہ پسند نہ کریں وہ ہمارا لباس ہے، جس معاشرت کو وہ پسند نہ کریں وہ ہماری معاشرت ہے، جس کاروبار کو وہ پسند نہ کریں وہ ہمارا کاروبار ہے، جس نکاح کو وہ پسند نہ کریں وہ ہمارا نکاح ہے، جس نماز کو وہ پسند نہ کریں وہ ہماری نماز ہے، جس تلاوت کو وہ پسند نہ کریں وہ ہماری تلاوت ہے، جس ذکر کو وہ پسند نہ کریں وہ ہمارا ذکر ہے، رات و دن تسبیح ہاتھ میں ہوتی ہے؛ لیکن پوری ڈھٹائی کے ساتھ بدنگاہی کرتے ہیں، یہ ہمارا کتنا بڑا عملی
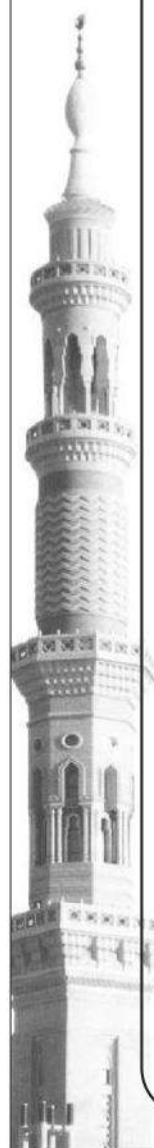
نفاق ہے اور کتنا بڑا دھوکہ ہے جو ہم لوگوں کو دے رہے ہیں۔

اگر ہم اپنے کسی بڑے کے ساتھ چل رہے ہوں مثلاً ابا ہمارے ساتھ ہوں، استاذ ہمارے ساتھ ہوں یا ہمارے شیخ ہمارے ساتھ میں ہوں تو اس وقت تو ہم بدنگاہی نہیں کرتے؛ لیکن ہاتھ میں تسبیح لے کر اللہ رب العزت کو یاد کرتے ہوئے بدنگاہی کرتے ہیں، ان کے قانون کو توڑتے ہیں، ان کی نافرمانی کرتے ہیں اور اس نافرمانی پر ہمیں ذرا بھی شرمندگی نہیں ہوتی اور نہ ہی کبھی اس نافرمانی کا احساس ہی ہوتا ہے۔ میں کسی کو نہیں کہتا اور مجھے کہنے کا حق بھی کیا ہے؟ دلوں کے احوال اور اس کے بھیدوں کو اللہ پاک خوب جانتے ہیں؛ لیکن ہم میں بعض ایسے بھی ہیں جو مسجد کی کھڑکیوں کے پاس بیٹھتے ہیں جہاں سے باہر کی طرف دکھائی دیتا ہے اور وہاں بیٹھ کر راستہ چلنے والی عورتوں کو گھورتے ہیں۔ یہ کتنی دلیری کی بات ہے کہ اللہ کے گھر میں بیٹھ کر کھلے حرام کا ارتکاب کر رہے ہیں۔

دوستو! یہ تو ہمارے کرتوت ہیں اور پھر بھی ہمیں اپنے نبی سے محبت کا دعویٰ ہے اور سیرت کے عنوان پر خوب پابندی کے ساتھ ہم جلسے کراتے ہیں۔ یہ بیانات کیوں کرائے جاتے ہیں؟ یہ جلسے کیوں منعقد کیے جاتے ہیں؟ نبی کی محبت میں منعقد کیے جاتے ہیں، نبی کی یاد میں منعقد کیے جاتے ہیں۔ ارے محبت تو نبی سے ہو اور اس محبت کا دعویٰ بھی ہو؛ لیکن طریقے غیروں کے اپنائے جائیں، بتاؤ

کیا یہ ظلم نہیں ہے؟ نبی کی پیدائش کی خوشی میں جشنِ یومِ ولادت منایا جائے؛ لیکن طریقے دشمنوں کے اپنائے جائیں، بتاؤ کیا یہ ظلم نہیں ہے؟ عقیدت تو نبی سے ہو اور اطاعت غیروں کی کی جائے، بتاؤ کیا یہ ظلم نہیں ہے؟ اگر قیامت کے روز نبی نے ہم سے پوچھ لیا کہ تم تو میرے تھے اور مجھ سے محبت کا دعویٰ بھی کیا کرتے تھے، پھر تم نے غیروں کے طریقے کیوں اپنا رکھے تھے؟ کیا میری قربانیوں کا یہی صلہ تھا جو تم نے مجھے دیا ہے؟ تو بتاؤ دوستو اس وقت ہم کیا جواب دیں گے؟

اور وہاں دیکھئے کہ آقا کو ہمارا اتنا خیال ہے کہ میرا امتی جب اپنے بستر پر جائے تو اسے کوئی چیونٹی یا کیڑا نہ کاٹ لے، جب کہ اس چیونٹی یا کیڑے کا آنا یقینی بھی نہیں ہے، صرف آنے کا امکان ہے۔ اسی امکان کی بنا پر آپ ﷺ ہمیں یہ ہدایت دے رہے ہیں کہ سونے سے قبل اپنے بستر کو تین مرتبہ جھاڑ لیا کرو، یہ ہے ان کی فکریں اور ہمارے لیے ان کا رونا اور کڑھنا۔ لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ ہم ان کی فکروں کا خیال رکھیں اور روزانہ سونے سے قبل آقا کی اتباع کی نیت سے اپنے بستر کو تین مرتبہ جھاڑ لیا کریں۔

ہماری بداعمالیاں نبیٔ کریم ﷺ کو بے چین کیے رہتی ہیں

اس طرح کی اور بھی بہت سی ہدایات انھوں نے ہمیں دی ہیں، میں کیا کیا گناؤں اور کہاں تک گناؤں۔ ایک ہدایت آپ ﷺ نے یہ بھی دی کہ کسی ایسی

چھت پر نہ سوؤ جس پر منڈیر نہ ہو، ممکن ہے تم نیند کی غفلت میں اٹھو اور گر جاؤ۔

بتاؤ دوستو! اس گرنے سے کسے تکلیف ہوگی؟ ہمیں ہی تو ہوگی؛ لیکن ہماری تکلیف سے انھیں تکلیف ہوتی ہے اور وہ بے چین ہوجاتے ہیں۔ لہٰذا آپ ہمیں اس تکلیف سے بچانے کے لیے یہ ہدایت دے رہے ہیں کہ بغیر منڈیر والی چھت پر نہ سویا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم گر جاؤ اور کسی بڑے حادثے کا شکار ہوجاؤ۔ کیا کبھی ہمیں بھی ان کی تکلیف کا خیال آتا ہے کہ جب ہماری بداعمالیاں حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو دکھلائی جاتی ہوں گی تو آپ کو کس قدر تکلیف ہوتی ہوگی، اور آپ کے دل پر کیسی چوٹ لگتی ہوگی؟ کیا کبھی ہم نے سوچا کہ ہم جو کر رہے ہیں اسے جب حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہوگا تو آپ ﷺ کتنے بے چین ہوجاتے ہوں گے؟

ہاں دوستو! ہماری بداعمالیوں کو دیکھ کر آقا اپنی قبرِ اطہر میں بے چین ہوجاتے ہیں۔ لیکن ہم یہ سب کہاں سوچتے ہیں؛ بل کہ جو ہمارے جی میں آتا ہے وہ ہم کرتے ہیں، جو جی میں آتا ہے وہ کہتے ہیں، جیسے چاہتے ہیں ویسے زندگی گذارتے ہیں۔

کیا ہمیں اپنے نبی سے تعلق ہے؟

یاد رکھیں! آدمی کو جس سے تعلق ہوتا ہے وہ ضرور اس کا خیال رکھتا ہے۔ خوب اچھی طرح یہ جملہ سن لیں کہ آدمی کو جس سے تعلق ہوتا ہے وہ ضرور اس کا خیال رکھتا ہے۔

انھیں تو ہم سے تعلق تھا اور اب بھی ہے اسی لیے دیکھئے کہ وہ ہمیں کیسی کیسی ہدایات دے گئے اور ہماری حفاظت کی کیسی کیسی تدابیر ہمیں بتا گئے۔ لیکن ہمیں ان سے تعلق ہے یا نہیں، یہ ہماری زبان نہیں؛ بل کہ ہمارا عمل بتائے گا، ہماری زندگی بتائے گی۔ اگر ہمیں ان سے واقعی تعلق ہوگا تو ہم ہر عمل میں ان کا خیال رکھیں گے، اپنے ہر عمل کو ان کے طریقے کے مطابق انجام دیں گے۔ ان کا خیال نہ رکھنا اور ان کی پیروی نہ کرنا یہ بتلاتا ہے کہ جو تعلق ہمیں ان کے ساتھ ہونا چاہیے تھا ہمیں وہ تعلق حاصل نہیں ہے۔

نبیٔ کریم ﷺ کا امت پر ایک احسانِ عظیم

دوستو! اللہ رب العزت نے ہم پر بہت بڑا احسان یہ کیا کہ ہمیں ایمان والا بنایا، ایمان والے کے گھر میں پیدا کیا۔ ہم اگرچہ پیدائشی مسلمان ہیں؛ لیکن ہمیں اس بات پر مطمئن نہ ہونا چاہیے کہ ہم ایمان والے ہیں تو ایمان والے ہو کر ہی مریں گے۔ ہم اپنے ایمان پر ناز نہ کریں، اپنے اعمال پر ناز نہ کریں۔ ہماری زبان ناپاک، ہماری نگاہ ناپاک، ہمارے اعمال خراب، ہمارے اخلاق خراب، ہمارا کردار خراب، ہماری معاشرت خراب، ہم اتنے خراب اور گندے کہ جس دن اللہ پاک چاہیں ہماری بداعمالیوں کے سبب ہم سے ایمان کی نعمت چھین لیں۔ یہ تو ان کا کرم ہے کہ ان کی تمام تر نافرمانیوں کے باوجود اور ان کے محبوب کو بھلا دینے کے باوجود وہ ہمیں نباہے چلے جا رہے ہیں۔ اللہ پاک جس دن چاہیں ہم سے ایمان کی نعمت چھین لیں، کوئی ان کو روکنے اور پوچھنے والا نہیں ہے۔

دوستو! حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساری زندگی ہم پر احسان کیا ہے؛ لیکن ہم نے کبھی ان کے کسی احسان کا کوئی پاس ولحاظ نہیں رکھا، الا ماشاءاللہ۔

دیکھیے! آپ نے ایک احسان ہم پر یہ بھی کیا کہ ہمارے ایک مرتبہ کے درود پڑھنے پر اللہ پاک سے ہمیں دس رحمتیں دلوائیں، یہ کیا ان کا کم احسان ہے؟ ہم اور آپ ایک مرتبہ درود پڑھیں اور اس کے بدلے میں ہمیں دس رحمتیں حاصل ہوں اور صرف دس رحمتیں ہی حاصل نہ ہوں؛ بل کہ ہمارے دس گناہ بھی معاف ہوں اور ساتھ ہی دس درجے بھی بلند ہوں، یہ سب ان کا کتنا بڑا احسان ہے ؛ لیکن ہم کبھی ان انعاموں کو احسان نہیں سمجھتے۔

خدا کی قسم! جسے اللہ پاک کی صرف ایک رحمت مل جائے اس کی دنیا اور آخرت کے سارے کام سنور جائیں، پھر آخر درود پاک کی کثرت کی بنا پر بندے پر اتنی رحمتوں کا نزول ہو اور پھر بھی بندہ پریشان اور بے چین رہے، یہ کیسے ممکن ہے؟ کیا درود پاک کے پڑھنے پر اللہ پاک کی جانب سے رحمتوں کا نزول بند ہو گیا؟ نہیں نہیں؛ بل کہ درود پاک کے پڑھنے پر آج بھی اللہ رب العزت کی جانب سے رحمتوں کا نزول ہوتا ہے اور تا قیامِ قیامت ہوتا رہے گا۔ لیکن ان رحمتوں کا نزول اسی وقت ہوگا اور ہمیں یہ رحمتیں اسی وقت ملیں گی جب ہم درود پاک ڈھنگ سے پڑھیں گے، پوری توجہ کے ساتھ دل لگا کر پڑھیں گے، آقا کو یاد کرتے ہوئے پڑھیں گے۔ لیکن ہمارا

معاملہ تو اس کے بالکل برعکس ہے، ہمارا حال تو یہ ہے کہ باتیں بھی ہوتی رہتی ہیں اور تسبیح پر درود شریف بھی چلتا رہتا ہے۔

دوستو! درود پاک پڑھنے کی توفیق کا مل جانا اللہ رب العزت کی ایک بہت بڑی نعمت اور ان کا بہت بڑا احسان ہے؛ لیکن ہم اس توفیق کو نعمت نہیں سمجھتے، اسے کوئی احسان نہیں سمجھتے۔ کاش! ہم درود پاک پڑھنے کی توفیق کو نعمت سمجھتے اور ذرا دل لگا کر درود پاک پڑھتے، آقا کی یاد کے ساتھ پڑھتے، انھیں تصور میں رکھتے ہوئے پڑھتے۔ آقا کی خدمت میں درود بھیج رہے ہیں؛ لیکن ان ہی کو بھول کر بھیج رہے ہیں، آخر یہ کتنی بڑی زیادتی اور کیسی ستم ظریفی ہے؟

اس احسان کے علاوہ اللہ رب العزت ایک مزید کرم ہم پر یہ بھی کرتے ہیں کہ ہمارا پڑھا ہوا درود فرشتوں کے ذریعے ہمارے نام کے ساتھ اپنے محبوب کی خدمت میں پیش کرواتے ہیں کہ میرے محبوب! دیکھیے یہ آپ کا فلاں امتی ہے جس نے آپ کی خدمت میں درود پاک کا تحفہ بھیجا ہے، یہ کیا ان کا کم احسان ہے؟

امت کو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جوڑے رکھنے کا ایک عجیب انتظام

ذرا غور کریں! کہ اللہ رب العزت نے ہمیں اپنے نبی سے جوڑے رکھنے کا کیسا انتظام کر رکھا ہے کہ میرے محبوب کی امت ذرا سی دیر کے لیے بھی اپنے نبی سے جدا نہ ہونے پائے۔ اسی لیے یہ انتظام کیا کہ یہاں درود ہماری زبان سے نکلا

اور وہاں فرشتوں نے اس درود کو آپ کی خدمت میں پہنچا دیا۔ یہ پہنچانا اسی لیے ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ اسے دیکھ کر خوش ہو جائیں۔

دیکھئے! اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کی خوشی کی خاطر کتنا بڑا انتظام کر رکھا ہے کہ روئے زمین پر آپ کا امتی جہاں کہیں بھی درود پاک پڑھتا ہے تو فرشتے اسے لے کر فوراً حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ کو دکھلاتے ہیں کہ دیکھئے آپ کے فلاں امتی نے آپ کے لیے درود وسلام کا تحفہ بھیجا ہے جسے سن کر اللہ پاک خوش ہو رہے ہیں، آپ بھی اس درود کو سن کر خوش ہو جایئے۔ کاش! ہم اس انتظام کو سمجھتے اور یہ سوچتے کہ اللہ پاک کو اپنے محبوب کی خوشی کا کتنا خیال ہے۔ اللہ رب العزت تو اپنے محبوب کی خوشی کا اتنا خیال رکھیں اور ہم انھیں خوش کرنے کے بجائے انھیں اپنی بد اعمالیاں دکھلا دکھلا کر بے چین کیے رہیں، کیا ان کے امتی ہونے کا یہی حق ہے اور کیا ان کی قربانیوں کا یہی صلہ ہے جو ہم انھیں دے رہے ہیں؟

کاش! ہم نبی کریم ﷺ کے تعلق کو سمجھ پاتے

دنیا کا دستور ہے کہ جب آدمی کو کسی سے تعلق ہوتا ہے تو وہ حسبِ تعلق اس کا پاس ولحاظ رکھتا ہے کہ یہ میرے ابا ہیں، یہ میری اماں ہیں، یہ میرا بھائی ہے، یہ میرا دوست ہے، میرا ان سے تعلق ہے، میں ایسا کوئی کام نہیں کر سکتا جس سے انھیں کوئی تکلیف پہنچے۔ کاش! ہمیں یہ سمجھ میں آجاتا کہ آقا کا ہم سے کوئی تعلق ہے اور ہمارا بھی آپ سے کوئی رشتہ ہے، ہم

ایسا کوئی کام نہیں کریں گے جس سے انھیں کوئی تکلیف پہنچے۔

دوستو! آج کی اس مجلس میں ہم سب یہ طے کر لیں کہ ہم حضور کی مانیں گے، نبوی زندگی کو اپنائیں گے، عبادات ہوں یا اخلاقیات، معاملات ہوں یا معاشرت، زندگی کے ہر شعبے میں حضور کی پیروی کریں گے، ان کی سنتیں سیکھیں گے، ہر عمل میں ان کا طریقہ معلوم کریں گے اور اس کے مطابق عمل کریں گے۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے، ہمارے بڑوں نے اس کی مثالیں پیش کی ہیں۔

حضرت جنید بغدادیؒ کی ایک بڑی کرامت

چناں چہ حضرت جنید بغدادیؒ کا واقعہ کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ ایک شخص آپ کا شہرہ سن کر کہ بڑے اللہ والے ہیں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی خدمت میں رہنے کی درخواست کی، اس کا خیال تھا کہ حضرت کی خدمت میں رہ کر مجھے آپ کی کرامتیں دیکھنے کا خوب موقع ملے گا۔ کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ وہ دس سال آپ کی خدمت میں رہا۔ دس سال کے بعد کہنے لگا کہ حضرت! میں واپس جانا چاہتا ہوں، دریافت فرمایا کیوں جانا چاہتے ہو؟ کہنے لگا کہ حضرت! میں نے سوچا تھا کہ مجھے آپ کی خدمت میں رہ کر خوب کرامتیں دیکھنے کا موقع ملے گا، میں دس سال آپ کی خدمت میں رہا، لیکن میں نے اس عرصے میں آپ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی، اس لیے اب واپس جانا چاہتا ہوں۔ فرمایا ٹھیک ہے، اگر تم جانا چاہتے ہو تو

چلے جاؤ؛ لیکن ایک بات بتاتے جاؤ کہ اس دس سال کے عرصے میں تم نے جنید کا کوئی عمل خلافِ سنت بھی دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں، میں نے خلافِ سنت عمل تو کوئی نہیں دیکھا۔ فرمایا جنید کی اس سے بڑی کرامت اور کیا ہو سکتی ہے کہ دس سال کے عرصے میں اس سے کوئی ایسا عمل صادر نہیں ہوا جو خلافِ سنت ہو۔

دیکھیے! دنیا میں حضور ﷺ کے ایسے بھی عاشق گذرے ہیں جنھوں نے اپنے ہر عمل میں آپ کی نقل کی ہے، زندگی گذارنے کے لیے ان کے نزدیک آپ ﷺ کا طریقہ ہی نمونہ اور معیار تھا۔

یاد رکھنے والے صلہ پاتے ہیں

ایسا نہیں ہے کہ ایسے عاشقوں سے دنیا اب خالی ہو چکی ہے۔ دنیا میں اب بھی حضور اکرم ﷺ کے ایسے، بہت سے عاشق ہیں جو انھیں دل سے یاد رکھتے ہیں اور اپنے بڑوں کی طرح ہر عمل میں اتباعِ سنت کا خیال رکھتے ہیں۔ ہر عمل کے وقت انھیں یہ خیال رہتا ہے کہ ہمیں اپنا یہ عمل اسی طرح انجام دینا ہے جس طرح اس عمل کو حضرت نبی کریم ﷺ نے انجام دیا ہے، چاہے دنیا والے خوش ہوں کہ ناراض ہوں، ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے؛ لیکن ہمیں یہ عمل اپنے محبوب کے طریقے کے مطابق ہی انجام دینا ہے۔ جب وہ اس طرح ہر عمل میں آپ کو دل سے یاد رکھتے اور آپ کے طریقے کے مطابق عمل کرتے ہیں تو انھیں اس کا صلہ بھی ملتا ہے۔

ہاں دوستو! انھیں حضرت نبی کریم ﷺ کی جانب سے اس کا صلہ ملتا ہے، بشارتیں ملتی ہیں۔ آپ (ﷺ) ایسے نہیں ہیں کہ کوئی آپ کو دل سے یاد رکھے اور آپ اسے بھلا دیں۔ آپ (ﷺ) کے یہاں یہ دستور ہے ہی نہیں کہ یاد رکھنے والوں کو فراموش کر دیا جائے۔ بل کہ آپ ﷺ نے تو خود دنیا والوں کو بتایا ہے کہ اگر کوئی تمھیں محبت سے یاد رکھتا ہے تو تم بھی اسے محبت سے یاد رکھو، اگر کوئی تمھارے ساتھ احسان کا معاملہ کرتا ہے تو تم اس کا پاس ولحاظ رکھو اور اسے اس کے احسان کا بدلہ دو۔ اور صرف بتایا ہی نہیں؛ بل کہ اپنی عملی زندگی سے اس کا ثبوت بھی دیا کہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا والوں کے تمام احسانوں کا بدلہ دے دیا۔

کیا ہم نبی کریم ﷺ کے لیے اتنا بھی نہیں کر سکتے؟

یہ اور بات ہے کہ آپ ﷺ جیسے محسن کے احسان کا بدلہ ہم نہیں چکا سکتے اور ہم کیا، دنیا میں کوئی بھی نہیں چکا سکتا۔ لیکن کیا ہم سے اتنا بھی نہیں ہو سکتا کہ آپ ﷺ کے احسانات کے بدلے روزانہ دو رکعت نفل نماز پڑھ کر آپ ﷺ کو ایصالِ ثواب ہی کر دیا کریں۔ کتنی مرتبہ یہ بات بیان کی گئی ہے کہ اگر ہم سے کچھ نہیں ہوتا تو کم از کم اتنا تو کریں کہ روزانہ دو رکعت نماز پڑھ کر حضرت نبی کریم ﷺ کو ایصالِ ثواب کر دیں؛ لیکن ہمیں اس کی بھی فرصت نہیں ہے۔ بہت دنوں تک سننے کے بعد اگر کبھی خیال بھی آتا ہے تو دو چار دنوں تک پڑھتے

ہیں پھر چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ سب اس لیے ہے کہ ہم نے آج تک حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو صحیح معنوں میں اپنا محسن نہیں سمجھا، اگر ہم آپ کو اپنا محسن سمجھتے تو آپ کے لیے کم از کم اتنا ضرور کرتے۔

دوستو! اگر اب تک ہم نے یہ معمول نہیں بنایا ہے تو اب بنالیں اور طے کرلیں کہ ان شاء اللہ آج سے روزانہ دو رکعت نفل نماز پڑھ کر حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو ایصالِ ثواب کیا کریں گے۔ اور درود شریف کی بھی ایک مقدار طے کرلیں کہ ہم روزانہ اتنے درودوں کا تحفہ حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں ضرور پیش کریں گے، دل لگا کر پڑھیں گے، آقا کو تصور میں رکھتے ہوئے پڑھیں گے۔ پڑھنے والے پڑھ رہے ہیں اور طے کرکے پڑھ رہے ہیں اور حضور ﷺ کی جانب سے انھیں اس کا نقد صلہ بھی مل رہا ہے۔

ایک مُحبِّ رسول ڈاکٹر

خود میرے جاننے والوں میں ایک ڈاکٹر صاحب ہیں، جن کا معمول ہے کہ وہ روزانہ ایک ہزار درودوں کا تحفہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں بھیجتے ہیں۔ اس کا صلہ انھیں یہ ملا کہ اب تک کئی مرتبہ انھیں خواب میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوچکی ہے اور آپ کی جانب سے مختلف بشارتیں مل چکی ہیں بل کہ ان کا ایک واقعہ تو بڑا ہی عجیب ہے جو انھوں نے خود مجھ سے بتایا کہ میں ایک مرتبہ روضۂ پاک پر کھڑا صلوٰۃ وسلام پڑھ رہا تھا کہ درمیان میں جتنے

پردے حائل تھے وہ سب اچانک ہٹ گئے اور میں روبرو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کررہا تھا۔

ہاں دوستو! یہ سب ہورہا ہے اور ہمارے اور آپ کے درمیان ہی رہنے والے لوگوں کے ساتھ ہورہا ہے۔ یہ گذشتہ زمانے کے کسی ولی کا واقعہ آپ کے سامنے نقل نہیں کررہا ہوں؛ بل کہ اسی زمانے میں اور اسی دور میں جینے والے ایک شخص کا حالیہ واقعہ آپ کے سامنے نقل کررہا ہوں۔ کہنے کو تو وہ ڈاکٹر ہیں، دنیوی تعلیم یافتہ ہیں؛ لیکن دیکھیے فکر کیسی ہے اور حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے ساتھ کیسی محبت ہے کہ اپنے دن بھر کے مشاغل اور مصروفیات کے باوجود روزانہ اتنا وقت ضرور نکالتے ہیں جس میں ایک ہزار مرتبہ درود پاک پڑھا جاسکے۔ تو دیکھیے انھیں اس کا صلہ مل رہا ہے یا نہیں مل رہا؟

لہٰذا آج سے ہم بھی اپنے حالات اور اپنے مشاغل کے اعتبار سے درود پاک کی ایک مقدار طے کرلیں کہ روزانہ اتنے درودں کا تحفہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں ضرور بھیجیں گے۔ اس طرح نہیں پڑھیں گے جس طرح اب تک ہمارے پڑھنے کا معمول تھا؛ بل کہ خوب دل لگا کر، اپنے ذہن کو پوری طرح فارغ کرکے اور آقا کو یاد کرتے ہوئے پڑھیں گے۔

درود پڑھتے جائیں سیرت پر نگاہ ڈالتے جائیں

اب جب کہ آقا کا تذکرہ چھڑ چکا ہے اور درود پاک کی بات چل پڑی ہے تو اب اس بات کو بعد پر کیوں ٹال رکھیں، کیوں نہ ابھی اور اسی وقت درود پاک کا کچھ نقد تحفہ حضرت نبئ کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کریں۔ لہٰذا چلئے ابھی اور اسی وقت حضور (ﷺ) کی خدمت میں درود پاک کا تحفہ بھیجیں، لیکن غفلت کے ساتھ نہیں، اس طرح نہیں جس طرح ہم اب تک پڑھا کرتے تھے؛ بل کہ ذرا دل لگا کر اور ان کی جانب متوجہ ہو کر پڑھیں، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ (پھر آپ نے گردن جھکائے آنکھیں بند کر کے درود پاک پڑھنا شروع کیا) صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ سوچیں کہ ہمارا یہ درود آقا کو سنایا جا رہا ہے، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ ذرا تصور کریں کہ آقا ہمارا یہ درود سن کر کتنے خوش ہو رہے ہوں گے۔

نیز درود پاک پڑھتے ہوئے سیرتِ پاک پر بھی سرسری نظر ڈالتے جائیں کہ جب آپ دنیا میں تشریف لائے تو یتیم تھے، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ پڑھیں دوستو اور ذرا سوچیں کہ آپ دنیا میں یتیم بن کر تشریف لائے تھے، ابا کو دیکھا تک نہ تھا، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

نبئ کریم ﷺ کی پیدائش پر عالم میں ہونے والے تغیرات

آپ کی پیدائش بھی بہت عجیب وغریب اور بڑے نرالے انداز میں ہوئی۔

پیدائش سے قبل کی ایک بات بھی درمیان میں سنتے چلیں کہ جس دن آپ ماں کے پیٹ میں منتقل ہوئے تھے اس دن صبح تمام بادشاہوں کے تخت الٹے پڑے تھے، تمام بت زمین پر گرے پڑے تھے، تمام جادوگروں اور ساحروں سے ان کا جادو اور سحر چھین لیا گیا تھا اور سارے کافر بادشاہ اس دن کے لیے گونگے ہو گئے تھے، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

پھر جس دن آپ دنیا میں تشریف لائے اور مکہ مکرمہ میں آپ کی پیدائش ہوئی اس دن بھی ایسا ہی ہوا کہ دنیا کے بادشاہ جو اس وقت اپنے اپنے دربار سجائے بیٹھے تھے ان کے تخت الٹ گئے، ان کے سروں پر رکھے ہوئے تاج اچھل کر زمین پر جا گرے، زمین پر کھڑے بت زمین پر گر گئے، کسی نے ان کو گرایا نہیں، خود بخود گر گئے، بیت اللہ کے اندر رکھے ہوئے بت بھی زمین پر گر پڑے، ساری دنیا کے بت زمین پر گر گئے، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

ارے یہ کیا ہوا؟ تخت کیوں الٹ گئے؟ سروں سے تاج کیوں اچھل پڑے؟ بت زمین پر کیسے گر گئے؟ اور کیوں نہ گرتے کہ اب بت شکن جو آ گیا ہے، اب بتوں کا توڑنے والا جو آ گیا ہے، اب توحید کی دعوت دینے والا جو آ گیا ہے، اب ساری کائنات کو

نجات کا راستہ دکھانے والا جو آ گیا ہے۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

کسریٰ کے محل میں جو آگ ایک ہزار سال سے مسلسل جل رہی تھی وہ ایک دم بجھ گئی، نوشیرواں حیران ہے کہ میرے بت کدے کی آگ کیسے بجھ گئی؟ میرے محل کے چودہ کنگرے کیسے ٹوٹ گئے؟ بہت زور لگایا کہ کسی طرح آگ جل پڑے؛ لیکن وہ آگ کسی طرح جلنے کو تیار نہیں ہے اور جلے بھی کیسے کہ اب آگ کی پرستش ختم کرنے والا آ گیا ہے، آگ کا بجھانے والا مکہ میں پیدا ہو رہا ہے اور آگ ایران میں بجھ رہی ہے۔
صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

آپ کی پیدائش کیا ہوئی کہ سارا عالم خوشی میں ڈوب گیا، ساری کائنات میں خوشیاں منائی جانے لگیں۔ سمندر کی مچھلیاں ایک دوسرے کو مبارک باد دینے لگیں کہ سردار آ گیا سردار آ گیا فخرِ کائنات آ گیا فخرِ کائنات آ گیا، دولہا آ گیا دولہا آ گیا، اب بارات سجے گی۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

کون آیا ہے؟ رحمتِ دو عالم آئے ہیں، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

کون آیا ہے؟ رب کے چہیتے آئے ہیں، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

کون آیا ہے؟ دو جہاں کے سردار آئے ہیں، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

کون آیا ہے؟ انسانیت کے محسن اور غم خوار آئے ہیں، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ یہ واقعات اس بات کا اعلان تھے کہ دنیا کے ان بادشاہوں کی

بادشاہت ختم ہوگی، اب سارے عالم میں اسی بچے کا سکہ چلے گا جو بہ ظاہر یتیم بن کر پیدا ہو رہا ہے، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

دیکھنے میں تو ایک یتیم بچہ پیدا ہو رہا ہے؛ لیکن یہ کیسا یتیم ہے کہ اس کے پیدا ہوتے ہی سارے عالم میں تبدیلی آ رہی ہے، فضا بدل رہی ہے، بت گر رہے ہیں، آگ بجھ رہی ہے، کنگرے ٹوٹ رہے ہیں، آسمانوں میں چراغاں ہو رہا ہے، سمندر میں خوشیاں منائی جا رہی ہیں، فضاؤں میں خوشیاں منائی جا رہی ہیں۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کی دنیا میں تشریف آوری پر ان کے اعزاز میں ایک معاملہ یہ بھی کیا کہ دنیا کی ہر عورت کو آئندہ ایک برس تک بیٹا عطا فرمایا، بیٹی کسی کو نہیں دی، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ گویا یوں کہہ دیا کہ جب ہم نے اپنے محبوب کی والدہ کو بیٹے کی خوشی سے ہم کنار کیا ہے تو آئندہ ایک سال تک ہم دنیا کی تمام عورتوں کو بھی بیٹوں کی خوشیاں عطا کریں گے، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

یہ واقعات تو عین پیدائش کے وقت ہوئے، اب ذرا پیدائش کے بعد کے حالات بھی سنتے چلیں۔ جب حضرت نبی کریم ﷺ پیدا ہوئے اور آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ نے آپ کو گود میں لیا تو دیکھتی رہ گئیں، دیکھ رہی ہیں اور دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہی ہیں کہ یہ کیسا بچہ ہے جس کی ناف ماں کی آنت سے جدا ہے،

صَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَسَلَّمْ۔ اس لیے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی ناف ماں کی آنت سے جڑی ہوئی ہوتی ہے، پھر اسے کاٹا جاتا ہے؛ لیکن یہاں تو معاملہ بالکل الگ ہے، اس بچے کی آنت پہلے سے کٹی ہوئی ہے، ناف بالکل صاف ستھری ہے، اور تعجب کی بات تو یہ ہے کہ بالکل دھلا دھلایا ہے، پاک اور پوتر ہے، گندگی اور ناپاکی کا ایک نشان بھی جسم پر نہیں ہے، صَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَسَلَّمْ۔ اور اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ ختنہ شدہ ہے، ختنہ کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے، صَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَسَلَّمْ۔ صَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَسَلَّمْ۔

نبیٔ کریم ﷺ تمام انبیا کی صفات کے حامل ہیں

حضرت آمنہؓ کا بیان ہے کہ جب حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو زمین پر رکھا گیا تو آپ نے فوراً اپنا سر سجدے میں رکھ دیا اور جب سر کو اٹھایا تو سارا کمرہ روشن ہوگیا، سارا کمرہ نور سے منور ہوگیا اور وہ نور بڑھتے بڑھتے آسمان تک چلا گیا اور سارا جہاں سمٹ کر میری آنکھوں کے سامنے آ گیا، میں نے شام کے محلات دیکھے، مدائن کے محلات دیکھے، یمن کے محلات دیکھے، اللہ پاک نے مجھے ساری کائنات دکھائی، میں نے سارا جہاں اپنی آنکھوں سے دیکھا، صَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَسَلَّمْ۔ پھر مجھے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے میرے گھر کی چھت پھٹ گئی ہے اور اس میں سے ایک بادل کمرے میں آتا ہوا محسوس ہوا اور دھیرے دھیرے اس بادل

سے سارا کمرہ بھر گیا، صَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَسَلَّمْ۔ پھر اس بادل نے میرے بچے کو اپنے اندر چھپا لیا، ایک لمحے کے لیے تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میرا بچہ گود سے نکل کر کہیں غائب ہوگیا ہے۔ پھر اسی بادل کے اندر سے ایک آواز آئی کہ اس بچے کو مشرق و مغرب، شمال و جنوب کا چکر لگواؤ۔ کیوں لگواؤ؟ تاکہ ساری دنیا والے اس کے نام کو، اس کی ذات کو اور اس کی صفات کو پہچان لیں اور یہ جان جائیں کہ یہ ہے وہ سردار، یہ ہے وہ دولہا جس کی بارات کا انتظار تھا اور یہ ہے وہ ذات جس کے لیے ساری کائنات کو سجایا گیا ہے، صَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَسَلَّمْ۔ پھر اسی بادل کے اندر سے ایک اور آواز آئی کہ اس بچے کو:

آدم (علیہ السلام) کے اخلاق دو،

شیث (علیہ السلام) کی معرفت دو،

نوح (علیہ السلام) کی بہادری دو،

ابراہیم (علیہ السلام) کی دوستی دو،

اسماعیل (علیہ السلام) کی قربانی دو،

صالح (علیہ السلام) کی فصاحت دو،

لوط (علیہ السلام) کی حکمت دو،

اسحاق (علیہ السلام) کا مقامِ رضا دو،

یعقوب (علیہ السلام) کی بشارت دو،

یوسف (علیہ السلام) کا حسن و جمال دو،

موسیٰ (علیہ السلام) کی شدت دو،

یوشع (علیہ السلام) کا جہاد دو،

دانیال (علیہ السلام) کی محبت دو،

الیاس (علیہ السلام) کا وقار دو،

ایوب (علیہ السلام) کا دل دو،

داؤد (علیہ السلام) کی میٹھی اور شیریں زبان دو،

یونس (علیہ السلام) کی اطاعت دو،

یحییٰ (علیہ السلام) کی پاک دامنی دو،

عیسیٰ (علیہ السلام) کا زہد دو،

اور تمام نبیوں کے اخلاق کا تاج اس کے سر پر رکھ دو، تمام نبیوں کے اخلاق اس بچے کے اندر سجا دو۔ ایسا پاک نبی کہ جسے پیدا ہوتے ہی سوا لاکھ نبیوں کی صفات عطا کر دی گئیں، پھر تریسٹھ سال تک ان صفات میں جو ترقی ہوئی ہوگی، بھلا اس عروج اور ترقی کا کوئی کیا اندازہ لگا سکتا ہے؟

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا   عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

جسے آسمان کا چاند لوری سناتا ہے

بچپن ہی کا ایک اور واقعہ سنتے چلیں۔ ایک روز آپ کے چچا حضرت عباس ؓ نے آپ سے فرمایا کہ یا رسول اللہ! (ﷺ) مجھے آپ کے بچپن ہی میں پتہ چل گیا تھا کہ آپ بڑی شان والے ہیں۔ آپ نے دریافت کیا وہ کیسے؟ عرض کیا کہ ایک روز آپ چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اور جس طرح بچہ لیٹے لیٹے ہاتھ پاؤں ہلاتا ہے اسی طرح آپ اپنے ہاتھ پاؤں ہلا رہے تھے۔ اوپر چودھویں کا چاند تھا۔ جب آپ اپنے ہاتھ پاؤں کو حرکت دیتے تو چاند بھی آپ کی حرکتوں کے ساتھ حرکت کرنے لگتا، جس طرف آپ کے ہاتھ پاؤں کا اشارہ ہوتا چاند بھی اپنا رخ اسی طرف کر لیا کرتا تھا۔ میں یہ دیکھ کر بڑا حیران ہو رہا تھا، اسی وقت میں نے سمجھ لیا تھا کہ آپ کی شان بہت بلند ہے، صَلَّی اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ صَلَّی اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ چچا جان! اس وقت چاند مجھ سے باتیں کیا کرتا تھا، میرا دل لگاتا تھا، مجھے کہانیاں سناتا تھا۔ جس نبی کو آسمان کا چاند اس کے پنگوڑے میں لوریاں دے اور کہانیاں سنائے، ہم اسی نبی کی نافرمانی کریں اور اپنی بداعمالیوں سے انھیں تکلیف پہنچائیں تو یہ کتنی بے غیرتی اور کتنی بڑی جرأت اور ہمت کی بات ہے۔

درود و سلام ہو اس ذات پر جسے سب چھوڑ گئے تھے

آپ دنیا میں تشریف لا چکے ہیں، ماں کی گود میں کھیلتے ہیں، ماں کو ستاتے

ہیں نہ کوئی تکلیف پہنچاتے ہیں، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ اب شیر خوار گی
کا زمانہ شروع ہوا۔ عرب میں یہ دستور تھا کہ شیر خوار بچوں کو دیہات کی دودھ پلانے
والی عورتوں کے حوالے کر دیا جاتا، وہ عورتیں ایک مقررہ اجرت پر ان بچوں کو اپنے
ساتھ لے جاتیں اور دودھ پلانے کی مدت تک وہیں اپنے پاس رکھ کر ان کی پرورش
کیا کرتیں۔

اسی دستور کے مطابق اس وقت بھی بہت سی دودھ پلانے والی عورتیں مکہ مکرمہ
آئیں۔ اس وقت حضرت نبی کریم ﷺ سمیت گیارہ شیر خوار بچے مکہ مکرمہ میں تھے۔
جب کوئی عورت آپ کے درِ دولت پر پہنچتی اور اسے پتہ چلتا کہ یہ بچہ غریب ہے، یتیم
ہے، تو وہ آپ کو چھوڑ کر چلی جاتی کہ ہمیں نہیں چاہیے یہ بچہ، اسے دودھ پلا کر ہمیں کیا ملے
گا؟ اس طرح بہت سی عورتیں آئیں اور آپ کے گھرانے کی غربت اور آپ کی یتیمی کے
باعث ہر ایک آپ سے منھ پھیر کر چلی گئی، کسی نے آپ کو ہاتھ نہیں لگایا۔

ذرا سوچیں دوستو! کہ اس وقت آپ کی والدہ ماجدہ کے دل پر کیا گذری ہوگی
اور انھیں یہ دیکھ کر کتنی چوٹ لگی ہوگی کہ غربت اور یتیمی کے باعث کوئی عورت میرے
بچے کو لے جانے کے لیے تیار نہیں ہے، اس وقت انھیں اپنے شوہر کی کتنی یاد آئی ہوگی کہ
کاش! آج عبداللہ زندہ ہوتے تو اپنے بچے کے لیے اجرت کا انتظام کرتے۔ ذرا اس درد
کو سوچیں اور دل سے درود پاک پڑھیں، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

چوں کہ حضرت حلیمہؓ کی سواری کم زور تھی، اس لیے وہ تاخیر سے پہنچیں۔
دوسری عورتیں پہلے پہنچ چکی تھیں، انھوں نے مال داروں کے سارے بچے لے لیے
تھے۔ حضرت حلیمہؓ بھی آپ کے گھر پہنچیں تھیں؛ لیکن غربت اور یتیمی کے باعث
انھوں نے بھی آپ کو چھوڑ دیا تھا۔ جب انھیں کوئی بچہ نہ ملا تو ان کے شوہر نے ان
سے کہا کہ حلیمہ! خالی ہاتھ کیوں جاتی ہو، اسی یتیم کو لے لو۔ چناں چہ شوہر کے کہنے
پر وہ دوبارہ پلٹ کر آئیں اور آپ کو اپنے ساتھ لے گئیں۔ جس کے سر پر دو جہاں کی
سرداری کا تاج ہے اور جسے صرف ۲۳ رسال کے قلیل عرصے میں سات براعظموں کو کور
(cover) کرنا ہے اور قیامت تک آنے والے لوگوں تک اللہ کے دین کو پہنچانے کا
نظام بنانا ہے اس نبی کو ایسے فقر میں پیدا کیا جا رہا ہے کہ ساری دودھ پلانے والیاں منھ
پھیر کر جا رہی ہیں، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

دوستو! حضرت حلیمہؓ نے نبی کی نسبت پر آپ کو نہیں لیا تھا؛ بل کہ شرم کی وجہ
سے لیا تھا کہ خالی ہاتھ کیسے جاؤں، لوگ طعنہ دیں گے کہ حلیمہ کو کوئی نہیں ملا۔ پھر
کیسے لے گئیں؟ درود بھیجیں اس ذات پر جسے سب چھوڑ گئے تھے۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

یتیم کے وجود کی برکت

لیکن دیکھیے کیا کہتی ہیں کہ جیسے ہی میں نے حضور اکرم ﷺ کو اپنی گود

میں لیا، میری دونوں چھاتیاں دودھ سے بھر گئیں، صَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَسَلَّمْ ۔ مکہ آتے وقت حضرت حلیمہؓ کی سواری سب سے پیچھے تھی، قافلے والے کہتے تھے کہ حلیمہ! اپنی سواری کو ذرا تیز چلا، ہمیں تیرا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ اب اسی سواری پر جب حضرت نبی کریم ﷺ تشریف فرما ہوئے ہیں تو قافلے والے حیرت اور تعجب کے ساتھ حضرت حلیمہؓ سے پوچھ رہے ہیں کہ حلیمہ! کیا یہ تیری وہی سواری ہے جس پر بیٹھ کر تو ہمارے ساتھ مکہ آئی تھی؟

دوستو! یہ کس کی برکت ہے؟ یہ اسی یتیم کے وجود کی برکت ہے جسے سب چھوڑے جا رہے تھے، صَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَسَلَّمْ۔ جس ذات کے وجود کے اثر سے اونٹنی کی رفتار بدل جاتی ہو اس ذات کے تعلق کو پا کر ہماری رفتار نہ بدلے یہ کیسے ممکن ہے؟ ذرا سوچیں کہ ہمیں آپ ﷺ سے حقیقی تعلق ہے بھی یا نہیں؟ اگر ہمیں آپ کے ساتھ حقیقی تعلق ہوتا تو اس تعلق کو پا کر ہماری رفتار اسی طرح بدل جانی چاہیے تھی جس طرح آپ کے وجود کی برکت سے اونٹنی کی رفتار بدل گئی تھی۔

دودھ پینے کے زمانے میں مثالی انصاف

آپ کا عدل وانصاف دیکھیں کہ شیر خوارگی کا زمانہ ہے؛ لیکن اسی زمانے سے آپ کا انصاف ایسا کہ رضاعی بہن جس جانب سے دودھ پیتی ہے آپ اس جانب منہ لگانے کے لیے تیار نہیں ہیں، صَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَسَلَّمْ ۔

دوستو! ہم بھی تو ان ہی کے ماننے والے اور ان ہی کی محبت کا دم بھرنے والے ہیں۔ جو ذات شیر خوارگی کے زمانے میں بھی اپنی دودھ شریک بہن کے حق کا خیال رکھ رہی ہے ہم ان ہی کے نام لیوا ہو کر اپنے رشتہ داروں کا حق مارتے ہیں، میراث میں سے سگی بہنوں کا حق دبا کر انھیں محروم کر دیتے ہیں، ذرا غور کریں کہ ہمارا آپ سے کیا تعلق ہے؟ اگر ہمیں آپ سے ایسی محبت ہوتی جیسی محبت ہونی چاہیے تھی، اگر ہمیں صحیح معنوں میں آپ کا تعلق حاصل ہوتا تو یہ محبت وتعلق ہمیں آپ کی اطاعت پر مجبور کرتا، اس لیے کہ محبت بہ ہر حال اطاعت پر مجبور کرتی ہے۔

دیکھیے! رات کو سوتے وقت ہمیں ٹھنڈ لگ رہی ہے، چادر اوڑھنے کا جی چاہتا ہے؛ لیکن سستی اور نیند کی غفلت کی وجہ سے ہم چادر تک ہاتھ نہیں بڑھاتے، اسی طرح سکڑ کر پڑے رہتے ہیں۔ اسی دوران ہماری آنکھ کھلتی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارا بچہ جو ہمارے ہی بغل میں سویا ہوا ہے، ٹھنڈ سے ٹھٹھر رہا ہے، چادر اس کے بدن سے ہٹ گئی ہے۔ یہ دیکھ کر ہم فوراً اٹھتے ہیں، اسے اچھی طرح چادر اوڑھاتے ہیں، اس وقت ہماری سستی غائب ہو جاتی ہے، ساری نیند کافور ہو جاتی ہے۔ آخر کیوں؟ یہ محبت نہیں تو اور کیا ہے جو ہمیں اٹھنے پر اور بچے کو چادر اوڑھانے پر مجبور کر رہی ہے؟ محبت تو بہ ہر حال ماننے پر مجبور کرتی ہے۔ کاش! ہمیں حضور اکرم ﷺ سے ایسی محبت ہوتی، کاش! ہمیں ان کا حقیقی تعلق حاصل

ہوتا، کاش! ہم ان کی مانتے اور ان ہی کے ہو کر جیتے۔ دوستو! آج یہ طے کر لیں کہ ہم ہر شعبے میں ان کی مان کر زندگی گذاریں گے، کہیں اپنی نہیں چلائیں گے۔

الغرض ان کا تذکرہ ہو رہا تھا، کن کا تذکرہ؟ جن کے صدقے میں کائنات کو روزی دی جاتی ہے، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ دن گذرتے جارہے ہیں، ساری فضا بتارہی ہے کہ کوئی آیا ہے۔

کم سنی کے زمانے کا ایک پیغام امت کے نام

پھر آپ کچھ بڑے ہوئے، چلنے پھرنے لگے، کھیلنے کودنے لگے، دیکھ دیکھ کر حضرت حلیمہؓ کی آنکھیں ٹھنڈی ہونے لگیں، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ آپ اپنے رضاعی بھائی بہنوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ اسی دوران فرشتے آئے، انھوں نے آپ کو لٹایا، سینۂ مبارک چاک کیا، یہ منظر دیکھ کر رضاعی بھائی بہن دوڑے ہوئے اپنی ماں کے پاس آئے اور اپنی ماں سے کہا امی امی! کچھ لوگوں نے ہمارے بھائی محمد کو پکڑ لیا ہے، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ اسی دوران فرشتوں نے آپ کا سینۂ مبارک چاک کیا، قلبِ اطہر کو نکالا اور اسے آبِ زمزم سے غسل دیا،

دیکھئے! کیسا پیارا بچہ ہے جس کے قلب کو آبِ زمزم سے غسل دینے کے لیے آسمان سے فرشتوں کو بھیجا جارہا ہے۔ ایسا پیارا ہے کہ دائی کوستا ہے اور نہ

ہی ماں کو تکلیف پہنچاتا ہے، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ اور صرف پیدائش کے بعد ہی نہیں؛ بل کہ پیدائش سے قبل جب کہ آپ ماں کے پیٹ میں تھے اس وقت بھی آپ نے اپنی ماں کا خیال رکھا، اس وقت بھی اپنا بوجھ اپنی ماں پر نہیں ڈالا۔ کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ پورے حمل کے دوران حضرت آمنہؓ نے آپ (ﷺ) کا وزن محسوس نہیں کیا، حمل کی کوئی تکلیف محسوس نہ کی۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

دوستو! حضرت نبیٔ کریم ﷺ ہمیں اپنے عمل سے یہ سکھا گئے ہیں کہ دیکھو! میں نے حمل کے ایام میں بھی اپنی ماں کا خیال رکھا، ان پر اپنے وجود کا بوجھ نہیں ڈالا اور کم سنی کے زمانے میں بھی اپنی ماں کو کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچائی، پھر تم باشعور ہو کر اپنی ماں کو کیوں تکلیف پہنچاتے ہو؟

والدہ کے انتقال کا دل خراش واقعہ

وقت گذرتا گیا، آپ کچھ اور بڑے ہوئے، حضرت حلیمہؓ آپ کو آپ کی والدہ کے پاس مکہ مکرمہ لے آئیں۔ اب آپ والدہ کے سائے میں پروان چڑھنے لگے، دیکھ دیکھ کر ماں کی آنکھیں ٹھنڈی ہونے لگیں۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

جب آپ کی عمرِ مبارک چھ سال کی ہوئی تو والدہ ماجدہ نے اپنے خسر

عبدالمطلب سے اجازت مانگی کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو لے کر اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کے لیے مدینہ جانا چاہتی ہوں۔ عبدالمطلب نے اجازت دے دی۔

حضرت آمنہؓ آپ کو اور اپنی ایک باندی اُمِّ ایمن کو لے کر مدینہ منورہ روانہ ہوئیں، تقریباً ایک مہینہ وہاں قیام کیا۔ ذرا تصور کریں کہ ایک بیوہ عورت جب اپنے چھ سالہ بچے کو جس نے اپنے باپ کو دیکھا تک نہ تھا، اسے لے کر جب اپنے شوہر کی قبر پر پہنچی ہو گی تو اس وقت اس کے کیا جذبات ہوں گے؟ انیس سال کی عمر ہی کیا ہوتی ہے، اس عمر میں وہ بیوہ ہو گئیں تھیں اور اب چھ سال کے بعد شوہر کی قبر کو دیکھ رہی تھیں۔ پتہ نہیں اس وقت حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قبر کو دیکھ کر اپنی ماں سے کیا پوچھا ہوگا اور ماں نے اپنے بیٹے سے کیا بتایا ہوگا۔

صَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَسَلَّمْ ۔ صَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَسَلَّمْ ۔

ایک مہینے کے قیام کے بعد جب یہ قافلہ واپس مکہ مکرمہ آنے لگا تو "اَبْوا" نامی مقام سے تقریباً پندرہ کلومیٹر کی دوری پر ایک جگہ حضرت آمنہؓ کی طبیعت بہت خراب ہو گئی حتیٰ کہ آخری وقت آ پہنچا۔ پیشانی پر پسینہ ہے، درد کی شدت کے مارے بے قرار ہو کر کروٹیں بدل رہی ہیں، بولا نہیں جا رہا ہے، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاس میں سہمے ہوئے بیٹھے ہیں اور اپنی ماں کو تڑپتا دیکھ رہے ہیں۔

صَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَسَلَّمْ ۔ صَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَسَلَّمْ ۔

کچھ دیر بعد حضرت آمنہؓ نے اپنی طاقت کو سمیٹتے ہوئے بولنے کی کوشش کی اور اپنے بیٹے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے فرمایا کہ بیٹا! ایسا لگتا ہے کہ اب شمع بجھنے کو ہے، شاید میرا آخری وقت آ چکا ہے؛ لیکن بیٹا! فکر نہ کرو، یہ دنیا ہے، یہاں تو ہر ایک زندہ کو مرنا ہے؛ لیکن یاد رکھنا! ایک وقت آئے گا جب تو سارے عالم کو روشن کرے گا۔ یہ جملہ کہا اور اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملیں، صَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَسَلَّمْ ۔

جس جگہ یہ حادثہ پیش آیا ہے وہ مقام ایسی جگہ واقع ہے جہاں اب بھی دور دور تک آبادی کا کوئی نام و نشان نہیں ہے تو سوچیں چودہ صدی پہلے وہاں کیا عالم ہوگا؟ چاروں طرف سناٹا ہے، ویران جنگل ہے، کالے کالے نوکیلے پہاڑ ہیں، کانٹے دار جھاڑیاں ہیں، کیکر کے لمبے لمبے کانٹے ہیں، وہاں ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے، اس پہاڑی پر حضرت آمنہؓ کی قبر ہے۔

ذرا سوچیں دوستو! کہ ابھی یہ چھ سالہ بچہ مدینہ منورہ میں اپنے باپ کی قبر کو دیکھ کر لوٹ رہا ہے، ابھی وہ سارا منظر ذہن میں بالکل تازہ ہے اور ابھی مکہ نہیں لوٹا کہ راستے میں وہ اپنی ماں کے درد کی شدت کو دیکھ رہا ہے، ماں تڑپ رہی ہے، کروٹیں بدل رہی ہیں اور یہ معصوم یتیم ڈرا سہما یہ سارا منظر دیکھ رہا ہے۔ کیسا دل خراش منظر ہے کہ ماں نظروں کے سامنے تڑپ رہی ہے، آخری سانسیں لے رہی ہے اور تڑپتے تڑپتے خاموش ہوئی جا رہی ہے، سنبھالنے والا کوئی نہیں ہے، تسلی دینے والا

کوئی نہیں ہے، ایک باندی ہے وہ بھی حیران و پریشان ہے اور ایک چھ سالہ معصوم بچہ ہے جو ڈرا سہما اپنی ماں کو دیکھ رہا ہے، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

والدہ محترمہ نے آنکھوں کے سامنے تڑپ تڑپ جان دے دی اور پچیس سال کی عمر میں اپنے مالکِ حقیقی کے پاس جا پہنچیں۔ انتقال کے بعد پتہ نہیں اس ویرانے میں ان کی قبر کس طرح کھودی گئی ہوگی۔ ذرا تصور تو کریں کہ جب آپ کی والدہ ماجدہ کے لیے قبر کھودی جا رہی ہوگی اور انھیں قبر کے اندر اتارا جا رہا ہوگا اور آپ پاس میں کھڑے رہ کر یہ سارا منظر دیکھ رہے ہوں گے تو آپ کے دل پر کیا گذر رہی ہوگی۔ ذرا اس منظر کو سوچیں اور دل سے درود پاک پڑھیں۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

دفنانے کے بعد جب اُمِّ ایمن آپ کو لے کر اس پہاڑی سے اتریں اور مکہ مکرمہ جانے لگیں تو کچھ دور چلنے کے بعد دیکھا کہ حضرت نبی کریم ﷺ ساتھ میں نہیں ہیں، پلٹ کر اس پہاڑی کی جانب دیکھا تو وہاں سے کچھ آواز سنائی دی، لوٹ کر آئیں اور اس پہاڑی پر پہنچیں تو ایک دل خراش منظر سامنے تھا، شاید اس منظر کو دیکھ کر پہاڑ بھی روئے ہوں گے، آسمان نے بھی آنسو بہائے ہوں گے اور ہواؤں نے بھی نوحہ کیا ہوگا، کیا دیکھتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اپنی ماں کی قبر سے لپٹے ہوئے رو رہے ہیں۔ جب اُمِّ ایمن قریب آئیں تو انھوں نے سنا کہ آپ

اپنی ماں کی قبر سے لپٹ کر کہہ رہے تھے کہ امی جان! آپ کو پتہ تھا ناں کہ آپ ہی میرا واحد سہارا تھیں، پھر آپ مجھے چھوڑ کر کیوں چلی گئیں؟ اب میں مکہ کیسے جاؤں گا؟ آپ کے بغیر کیسے زندگی گذاروں گا؟ اُمِّ ایمن نے آپ کو پکڑا اور اٹھا کر اپنے ساتھ لے جانا چاہا؛ لیکن آپ نے اپنے ہاتھ چھڑا لیے اور کہا مجھے چھوڑ دو، میں اپنی ماں کے بغیر کہیں نہیں جاؤں گا، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

ذرا تصور کریں کہ اس حال میں آپ وہاں سے مکہ واپس کیسے آئے ہوں گے، راستہ کیسے طے کیا ہوگا، راستے بھر کتنا روئے ہوں گے اور اُمِّ ایمن آپ کو کس کس طرح تسلی دے رہی ہوں گی۔ مکہ پہنچنے کے بعد جب آپ اپنی ماں کو اپنی نظروں کے سامنے نہ پاتے ہوں گے تو کیسا تڑپتے ہوں گے اور کس طرح پریشان ہو کر اپنی والدہ کو ڈھونڈتے پھرتے ہوں گے؟ صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

بلند ہوا سارے جہاں میں نام محمد ﷺ

والدہ کے انتقال کے بعد حضرت نبی کریم ﷺ دادا کے حوالے ہو گئے، ابّا پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں، اب امّی بھی نہیں ہیں۔ دادا اپنے یتیم پوتے کی پرورش کر رہے ہیں، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ دادا بھی اپنے پوتے

کو اتنا چاہتے ہیں کہ ایک منٹ کے لیے بھی اسے اپنی آنکھوں سے اوجھل ہونے نہیں دیتے، ذرا نگاہوں سے دور ہوئے کہ فوراً پکارا کہاں گیا میرا محمد؟

صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

اس زمانے میں محمد نام نہیں رکھا جاتا تھا؛ لیکن جب آپ پیدا ہوئے اور دادا کو پتہ چلا کہ میرے گھر پوتا پیدا ہوا ہے تو انھوں نے اپنے پوتے کا نام محمد تجویز کیا، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ لوگوں نے پوچھا عبدالمطلب! یہ تم نے کون سا نام تجویز کیا ہے؟ ہم نے تو یہ نام کہیں نہیں سنا، نہ ہمارے یہاں کسی بچے کا یہ نام رکھا گیا، کیا اسی بچے کی تعریف کی جائے گی؟ کہنے لگے ہاں ہاں، میرا پوتا ہے ہی ایسا کہ ساری دنیا مل کر اس کی تعریف کرے گی، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

دیکھیے! کس طرح اللہ رب العزت اپنے نام کے ساتھ ساتھ اپنے محبوب کا نام سارے عالم میں روشن کروا رہے ہیں وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ دل سے پڑھیں دوستو، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ مٹانے والوں نے اس نام کو مٹانے کی بہت کوشش کی؛ لیکن سارے عالم میں ہر طرف اذان کی آواز گونج رہی ہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا نام بلند آواز کے ساتھ ساری دنیا کو سنایا جارہا ہے، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ افسوس کہ ایسے پیارے نام کو اور ایسی پیاری ذات کو ہم نے چھوڑ دیا۔ جب ہم نے انھیں چھوڑ دیا تو پھر اللہ پاک نے

بھی ہمیں ذلت کے گھڑے میں ڈال دیا کہ جب تمھیں عزت والے پسند نہیں ہیں، ذلت والے ہی پسند ہیں تو پھر جاؤ ان ہی کے ساتھ ہو جاؤ، ہم نے تمھیں ان ہی کے حوالے کر دیا۔

جن لوگوں نے حج کیا ہے اور مکہ مکرمہ جا کر آئے ہیں وہ ذرا وہاں کی گلیوں اور وہاں کے مقامات پر ایک تصوراتی نگاہ ڈالتے جائیں اور درود پڑھتے جائیں، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ اس چھوٹے سے بچے کو کبھی ابا کی یاد آتی ہوگی، کبھی اماں کی یاد آتی ہوگی۔ اگر ماں کو نہ دیکھا ہوتا تو کچھ غم کی بات نہ تھی؛ لیکن آپ نے تو انھیں دیکھا تھا، جب دیکھا ہوا چہرہ ہے، کھیلی ہوئی گود ہے تو پھر بھلا جدائی کا غم کیسے نہ ہوگا؟ صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ دادا محترم اسی لیے آپ کو ہر دم اپنے سینے سے لگائے رکھتے تھے کہ کہیں میرے محمد کو اپنے ماں باپ کی یاد نہ آجائے، کہیں ان کی جدائی کے غم میں اس کا دل بے چین نہ ہو جائے۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

چھین لیے سارے سہارے

وقت گذرتا رہا اور آپ آٹھ سال کی عمر کو پہنچ گئے۔ جب آپ ﷺ کی عمرِ مبارک آٹھ سال کی ہوئی تو دادا کا بھی انتقال ہو گیا، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ وہی دادا جو آپ کو اتنا چاہتے تھے کہ ایک پل کے لیے بھی انھیں آپ کی

جدائی برداشت نہ تھی، وہی دادا جو ماں باپ کے انتقال کے بعد دنیا میں ظاہری طور پر آپ ﷺ کا سہارا تھے، اب وہ ظاہری سہارا بھی چھن گیا اور وہ معصوم یتیم صرف آٹھ سال کی عمر میں ایک بار پھر بے سہارا ہو گیا۔ ذرا سوچیں دوستو! کہ اس معصوم کو بچپن ہی سے کتنے دکھوں میں ڈالا گیا، ذرا ان تکالیف کا ادراک تو کریں اور دل سے درود پاک پڑھیں، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

ذرا غور کریں! کہ اس کم سنی کے زمانے میں یکے بعد دیگرے حضرت نبیٔ کریم ﷺ پر غم و الم کے کتنے پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں۔ یہ بھی اللہ رب العزت کی عجیب محبت تھی کہ اپنے محبوب کو دنیا کے کسی ظاہری سہارے کے آسرے نہیں چھوڑا۔ دنیا میں آنے سے پہلے ہی ابا کو اپنے پاس بلا لیا۔ اب پرورش کا ظاہری سہارا اماں تھی، بچوں کو ویسے ہی ماں سے فطری محبت ہوا کرتی ہے، آپ کو بھی اپنی والدہ ماجدہ سے بہت محبت تھی؛ لیکن چوں کہ آپ اللہ کے محبوب تھے، تو اللہ رب العزت نے یہ گوارا نہ کیا کہ میرے محبوب کے دل میں میرے علاوہ کسی اور کی محبت جاگزیں ہو۔ چناں چہ ماں کی محبت کے دل میں راسخ ہونے سے پہلے ہی ماں کو بھی اپنے پاس بلا لیا اور جب عمرِ مبارک آٹھ برس کی ہوئی تو دادا محترم کا سایہ بھی چھین لیا۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

اللہ رب العزت یہ بتانا چاہتے تھے کہ دنیا والو دیکھو! میں اپنے محبوب سے

اتنی محبت کرتا ہوں کہ میں اسے کسی ظاہری سہارے کے حوالے نہیں کروں گا؛ بل کہ خود بنفسِ نفیس اس کی پرورش کروں گا اور اس کے دل میں صرف اور صرف اپنی محبت کو راسخ کروں گا تاکہ اسے ہر وقت اور ہر حال میں مجھے پکارنے کی اور مجھے یاد کرنے کی عادت ہو جائے۔ اس لیے کہ اللہ رب العزت جانتے تھے کہ میرے محبوب کو آگے بہت سے مراحل پیش آنے ہیں۔ اسے مکہ والوں کے مظالم کا سامنا کرنا ہے، یہ اس وقت کسے پکارے گا؟ اسے شعبِ ابی طالب میں قید ہونا ہے، یہ وہاں کسے پکارے گا؟ اسے طائف کی وادی میں پتھر کھانے ہیں، یہ وہاں کسے پکارے گا؟ اسے غارِ ثور میں اپنی آنکھوں کے سامنے دشمنوں کو کھڑا دیکھنا ہے، یہ وہاں کسے پکارے گا؟ اسے بدر کے میدان میں اپنے دشمنوں کا مقابلہ کرنا ہے، یہ وہاں کسے پکارے گا؟ اسے احد کے میدان میں زخمی ہونا ہے، یہ وہاں کسے پکارے گا؟ اسے خندق کے موقع پر مدینہ طیبہ میں محصور ہونا ہے، یہ اس وقت کسے پکارے گا؟ اس کے علاوہ نہ جانے کتنے سخت مراحل کا اسے زندگی میں سامنا کرنا ہے، یہ ان حالات میں کسے پکارا کرے گا؟ لہٰذا اسے ابھی سے مجھے پکارنے کی عادت ہو جائے اور یہ ہر حال میں میری ہی جانب متوجہ رہا کرے۔

لکھنے والوں نے لکھا ہے اور دیکھنے والوں نے دیکھا ہے کہ ایک آٹھ سالہ بچہ جس کے ماں باپ پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو چکے تھے، اپنے دادا کے جنازے کے

پیچھے روتا ہوا جا رہا ہے، صَلَّی اللہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ یہ کون رو رہا ہے؟ یہ رب کا لاڈلا رو رہا ہے۔ یہ غم اور تکلیف کے پہاڑ کس پر ٹوٹ رہے ہیں؟ یہ غم اور تکلیف کے پہاڑ رب کے دلارے پر ٹوٹ رہے ہیں، اس ذات پر ٹوٹ رہے ہیں جو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجی گئی ہے، صَلَّی اللہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

ذرا سوچیں دوستو! اپنے دلوں کو ادھر اُدھر نہ بھٹکائیں، شاید آج اللہ رب العزت اپنے محبوب کے تذکرے کی برکت سے ہم سب کو حضور اکرم ﷺ کا سچا عاشق بنا دیں۔ مجھے آج یہ بیان کرنا تھا اور نہ ہی یہ مضمون میرے ذہن میں تھا؛ لیکن جب اللہ پاک یہی کہلا رہے ہیں اور انھیں آج اپنے محبوب کا تذکرہ ہی کرانا منظور ہے تو پھر اس تذکرے کو غور سے سنیں، اِدھر اُدھر نہ دیکھیں، آج ان ہی کو سوچیں کہ وہ کیسے پیارے تھے، کتنے پیارے تھے، اتنے پیارے تھے کہ انھیں دیکھ کر چاند شرما جاتا تھا، صَلَّی اللہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

درخت تو آپ کا خیال رکھے اور ہم؟

دادا کے انتقال کے بعد آپ اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ رہنے لگے۔ دھیرے دھیرے وقت گذرتا رہا اور آپ دس سال کی عمر کو پہنچ گئے، صَلَّی اللہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ چچا ابو طالب نے تجارت کی غرض سے ملک شام جانے کا ارادہ کیا تو آپ کو بھی اپنے ہم راہ لے لیا۔ راستے میں ایک جگہ پڑاؤ کیا جہاں بُحیرہ نامی

عیسائی راہب سے ملاقات ہوئی۔ اس نے قافلے والوں کو دیکھا تو ابو طالب سے پوچھا تمھارا سردار کون ہے؟ ابو طالب نے کہا میں ہوں۔ اس نے کہا کل سارے قافلے کی میرے یہاں دعوت ہے۔ اگلے روز سارے لوگ بُحیرہ راہب کے یہاں پہنچ گئے اور ایک درخت کے سائے میں جا کر بیٹھ گئے۔ اس نے پوچھا کہ سارے لوگ آ چکے ہیں؟ کوئی باقی تو نہیں ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ایک بچہ اونٹ چرانے گیا ہے، اس کے علاوہ سارے لوگ آ چکے ہیں۔ اس نے کہا اسے بھی بلا لاؤ۔ ایک آدمی بھاگا بھاگا گیا اور جا کر آپ کو بلا لایا۔ جب حضور اکرم ﷺ پہنچے تو دیکھا کہ سارے لوگ سائے میں بیٹھے ہوئے ہیں، اب کوئی جگہ سائے کی باقی نہیں ہے تو آپ ﷺ دھوپ میں بیٹھ گئے۔ جوں ہی آپ ﷺ بیٹھے، فوراً درخت کی ایک شاخ تیزی سے آگے بڑھی اور آپ ﷺ پر سایہ کر دیا۔

صَلَّی اللہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ صَلَّی اللہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

دیکھئے! ابھی آپ کی عمر فقط دس برس ہے، اسی عمر میں درخت آپ کو پہچان رہا ہے کہ یہ اس زمانے کے نبی ہیں، یہ آخری رسول ہیں، یہ بڑی شان والے ہیں، آپ کی شان اور آپ کی عظمت کے پیشِ نظر اسے آپ کا دھوپ میں بیٹھنا دیکھا نہیں گیا، اس نے فوراً آپ کو اپنے سائے میں لے لیا۔ دوستو! ایک بے جان درخت تو آپ کی عظمت کو سمجھے اور اس سے آپ کی تکلیف دیکھی نہ جائے اور ہم

آپ کے امتی ہوکر جان جان کر آپ کی نافرمانیاں کریں اور مسلسل آپ کو تکلیف پہنچائیں، کیا یہ ہمیں زیبا ہے؟ اور کیا حضور اکرم ﷺ کی قربانیوں کا اور آپ کے احسانات کا یہی صلہ ہے جو ہم انھیں دے رہے ہیں؟

ایسا نہ ہو کہ نبیٔ کریم ﷺ ہم سے روٹھ جائیں

جب بُحیرہ راہب نے یہ منظر دیکھا تو بڑا حیران ہوا اور غور سے آپ کو دیکھنے لگا۔ چوں کہ وہ راہب تھا، اپنی مذہبی کتاب کا عالم تھا، اس نے اپنی کتاب میں نبیٔ آخرالزماں حضرت محمد مصطفی ﷺ کی جو علامات پڑھ رکھی تھیں، وہ ان علامات کو آپ کی ذاتِ عالی میں دیکھ رہا تھا، اس نے ابوطالب سے پوچھا یہ لڑکا کون ہے؟ کہا میرا بھتیجہ محمد ہے، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ کہنے لگا تمھیں اس لڑکے کے بارے میں کچھ پتہ بھی ہے؟ کہا نہیں۔ کہنے لگا یہ لڑکا اس زمانے کا نبی ہوگا، تم اسے شام مت لے جانا ورنہ یہودی اسے ستائیں گے۔ یہ سن کر ابوطالب نے سفر کا ارادہ ملتوی کردیا اور وہیں سے آپ کو واپس مکہ مکرمہ لے آئے۔ ہائے جو دنیا کو آرام پہنچانے آیا ہے، لوگ اسے بھی ستانے کے درپے ہیں۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

ذرا غور کریں! کہ ابھی نبوت کا اعلان نہیں ہوا ہے، اس کے باوجود صرف یہودیوں کے ستانے کے خدشے ہی پر حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو شام کے سفر سے

روک دیا گیا اور آپ ﷺ نے وہاں سے منہ موڑ لیا۔

یاد رکھیں! اگر ہم حضور اکرم ﷺ کی نافرمانی کرکے انھیں ستائیں گے تو ہوسکتا ہے حضور ﷺ ہم سے بھی اسی طرح روٹھ جائیں اور منہ پھیر لیں اور جن سے وہ روٹھ جائیں اور منہ پھیر لیں پھر ان کا دنیا اور آخرت میں کوئی معین ومددگار نہ ہوگا۔

اگر یہود ونصاریٰ آپ کو ستانے کے درپے ہیں تو اس لیے کہ وہ آپ ﷺ کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں، وہ نادان نہیں جانتے کہ آپ (ﷺ) تو ان کے بھی ہمدرد اور بہی خواہ ہیں۔ لیکن ہم تو آپ (ﷺ) کے اپنے ہوکر اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ آپ (ﷺ) سے بڑھ کر ہمارا کوئی خیر خواہ نہیں ہے، پھر بھی ہم آپ (ﷺ) کو ستا رہے ہیں؟ یہ کس قدر رنج اور افسوس کی بات ہے۔

تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

وقت گذرتا جاتا ہے، عمر بڑھتی جاتی ہے، لڑکپن کا دور ختم ہوتا ہے اور آپ کے عہدِ شباب کا آغاز ہوتا ہے۔ آپ اپنے اخلاق وکردار سے، اپنی امانت ودیانت سے اور اپنی صداقت وعدالت سے مکہ والوں کے دل جیت لیتے ہیں، سارے لوگ آپ کے گرویدہ ہیں، اعتماد کا یہ عالم ہے کہ لوگ اپنی امانتیں خود اپنے پاس نہیں رکھتے، آپ کے پاس رکھواتے ہیں، اسی بنا پر آپ

سارے مکے میں صادق وامین کے نام سے پکارے جانے لگے۔

آپ کی صداقت وامانت سے متأثر ہوکر کچھ لوگوں نے آپ کو کاروباری شراکت کی پیش کش کی جسے آپ نے منظور فرمالیا اور پوری دیانت داری کے ساتھ ان کا مال بیچ کر ان کی رقمیں ان تک پہنچائیں۔ مکہ مکرمہ کی ایک خاتون جن کا نام خدیجہ تھا، جو مال دار تو بہت تھیں لیکن بیوہ تھیں۔ جب انھوں نے آپ ﷺ کی امانت و دیانت کے چرچے سنے تو آپ ﷺ کو بلایا اور کاروباری شراکت کی پیش کش کی۔ آپ ﷺ نے منظور فرمالیا اور ان کا مال لے کر سفر پر روانہ ہوئے۔ انھوں نے اس سفر میں اپنے غلام "میسرۃ" کو بھی آپ کے ہم راہ کردیا تھا۔ غلام کا اس سے پہلے کئی جابر آقاؤں سے سابقہ پڑ چکا تھا، وہ گھبرایا کہ پتہ نہیں یہ آقا کیسا ہوگا؟ لیکن دورانِ سفر وہ آپ کے کردار اور حسنِ اخلاق سے بہت متأثر ہوا۔ آپ سے پہلے اس نے ایسا آقا نہیں دیکھا تھا اور کہاں سے دیکھتا کہ اللہ پاک نے آپ جیسا کسی کو بنایا ہی نہ تھا اور نہ آیندہ کسی کو بنائیں گے، صَلَّی اللہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ پورے سفر میں آپ نے خادم کا اس طرح خیال رکھا جس طرح کوئی اپنے بیٹے کا خیال رکھتا ہے، صَلَّی اللہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

ہم اپنے نبی ﷺ کو آرام پہنچا رہے ہیں یا تکلیف؟

لوگ عام طور پر درخت کے نیچے بیٹھ کر سایہ حاصل کرتے ہیں؛ لیکن

غلام نے پورے سفر میں آپ ﷺ کا یہ معجزہ دیکھا کہ جہاں آپ جاتے ہیں بادل آپ کو سایہ کرتا ہوا جاتا ہے، صَلَّی اللہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ راستہ چلتے اگر درخت مل جاتا ہے تو وہ بھی آپ کے اکرام میں جھک جاتا ہے اور آپ کو سلام عرض کرتا ہے، صَلَّی اللہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

دوستو! بادل تو آپ کی عظمت کے پیشِ نظر آپ کو سایہ کرنے کے لیے تیار رہے، درخت تو آپ کی عظمت کے پیشِ نظر آپ کے اکرام میں جھکنے کو تیار رہے اور ہم ان کے امتی ہو کر ان کے طریقوں کے سامنے جھکنے کو تیار نہ ہوں تو پھر بتایئے ہمارا کیا حال ہوگا؟ نبی کی تکلیف دیکھ کر اوپر سے بادل سایہ کر رہا ہے اور ایک ہم ہیں کہ آقا کو اپنا چہرہ، اپنا حلیہ، اپنے اعمال، اپنی معاشرت، اپنے اخلاق، اپنے معاملات، اپنا کردار اور اپنی زندگی دکھا کر غم زدہ کر رہے ہیں۔ ارے بادل تو غیر مکلف ہے، اس سے حساب کتاب نہیں ہونا ہے، اس کے باوجود وہ نبی کا خیال رکھ رہا ہے؛ لیکن ہم تو مکلف ہیں، ان کے امتی ہیں، ان ہی کے کہلائے جاتے ہیں، اس کے باوجود ہم انھیں بھول گئے؟ ہمیں ان کا ذرا بھی خیال نہیں ہے؟

کہیں بیوہ کا دل نہ ٹوٹ جائے

مالِ تجارت فروخت ہوگیا، حضرت نبی کریم ﷺ سفر سے واپس تشریف لے آئے۔ واپس آکر غلام نے حضرت خدیجہؓ سے سفر کے سارے حالات بیان کیے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے اوصاف وکمالات اور آپ کے اخلاق و معاملات کو دیکھ کر اور سن کر اتنی متاثر ہوئیں کہ فوراً نکاح کا پیغام بھیج دیا جسے آپ نے قبول فرمالیا اور ان سے نکاح کرلیا، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمَ۔ ظالم کہتے ہیں کہ آپ نے اپنی شہوت پوری کرنے کے لیے نکاح کیا تھا۔ ارے کس سے کیا تھا یہ بھی تو دیکھو۔ خود نوجوان ہوکر ایک چالیس سال کی ادھیڑ عمر کی عورت سے نکاح کیا تھا، ایک ایسی عورت سے نکاح کیا تھا جس کے اس سے پہلے دو نکاح ہو چکے تھے۔ اگر آپ کو اپنی شہوت ہی پوری کرنی تھی تو آپ کسی نوجوان لڑکی سے نکاح کرتے؛ لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا، بل کہ ایک ادھیڑ عمر کی عورت سے نکاح کیا، اس کے پیغام کو اس لیے نہیں ٹھکرایا تھا کہ کہیں اس بیوہ کا دل نہ ٹوٹ جائے، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمَ۔

دیکھیے! حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے تو یہاں تک لوگوں کے دلوں کا خیال رکھا ہے اور ایک ہم ہیں کہ کہیں کسی موقع پر ان کا خیال نہیں رکھ رہے ہیں۔ ذرا سوچیں دوستو! کیا حضور ﷺ ہماری اس بگڑی زندگی کو دیکھ کر خوش ہوتے ہوں گے؟ جب ہمارا نامۂ اعمال حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہوگا تو آپ کا دل کتنا دکھتا ہوگا اور آپ کو کس قدر تکلیف پہنچتی ہوگی؟ یااللہ! ہم قصوروار ہیں، ہمیں احساس ہو چلا ہے کہ آپ کے محبوب کا دل دکھا کر ہم نے اچھا نہیں کیا۔ یااللہ! آپ ہمارے قصوروں کو معاف فرما دیجیے، یااللہ! معاف

فرما دیجیے، یااللہ! معاف فرما دیجیے۔

کعبہ سے دوری تھی ربِّ کعبہ کے لیے

وہ ذات جو سارے عالم کو وحدانیت کی دعوت دینے آئی تھی، اب اس ذاتِ عالی کے دل میں اپنے خالق ومالک کی یاد راسخ ہونے لگی، دھیرے دھیرے آپ کا دل مخلوق سے ہٹ کٹ کر خالق کی یاد میں لگنے لگا، آپ تنہائی کو محبوب رکھنے لگے، اسی بنا پر آپ نے غارِ حرا کا انتخاب کیا۔ آپ وہاں چلے جاتے اور پوری یکسوئی کے ساتھ اپنے خالق ومالک کی یاد میں لگ جاتے۔ غارِ حرا میں تنہائی ہے، اللہ کی یاد ہے، ایسی یاد کہ ایک دو دن نہیں؛ بل کہ کئی کئی دن آپ وہیں گذار رہے ہیں اور اپنے مالک کو یاد کررہے ہیں، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمَ۔

وہ غار ایسی جگہ واقع ہے جہاں سے اس وقت خانۂ کعبہ صاف دکھائی دیتا تھا۔ اللہ کے گھر کی جدائی اور اس سے دوری اللہ کی یاد کے لیے ہوتی تھی، کعبہ سے دور ہوتے تھے ربِّ کعبہ کے لیے؛ لیکن جب وہاں سے نگاہ ڈالتے تھے تو کعبہ کو بھی دیکھتے تھے اور ربِّ کعبہ کو بھی یاد کرتے تھے، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمَ۔

کعبہ سے دور ہوکر اور اس غار میں بیٹھ کر آپ ہمیں یہ سبق سکھا رہے تھے کہ دیکھو! میں اتنا دور جانے کے باوجود بھی خانۂ کعبہ کو پیار سے دیکھتا ہوں اور تم جب حج کرنے جاتے ہو تو حرم کے اندر ہوتے ہو، اللہ کے گھر میں ہوتے ہو،

کعبہ سامنے ہوتا ہے پھر بھی اِدھر اُدھر مشغول رہتے ہو۔ ذرا تو سوچو کہ خانۂ کعبہ کے ساتھ تمھارے نبی کا طرزِ عمل کیا تھا اور تمھارا طرزِ عمل اس کے ساتھ کیا ہے؟ دوستو! ہم اپنے اس طرزِ عمل کو بدلیں۔ جب کبھی حرم میں بیٹھیں اور کسی عبادت میں مشغول نہ ہوں تو پاس والوں سے باتیں کرنے کے بجائے اور یہاں وہاں متوجہ ہونے کے بجائے خانۂ کعبہ کو دیکھتے رہیں، اس لیے کہ صرف اسے دیکھنے پر اللہ پاک کی جانب سے بیس رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک دوسرا فائدہ یہ بھی ہے کہ خانۂ کعبہ پر ہر دم اللہ رب العزت کی تجلیات کا نزول ہوتا رہتا ہے۔ جب ہم اسے دیکھیں گے تو ان تجلیات کا کچھ نہ کچھ عکس اور اثر ہمارے قلب پر ضرور پڑے گا۔ لہٰذا حرم میں بیٹھ کر باتوں میں مشغول ہونے کے بجائے خانۂ کعبہ کو دیکھتے رہنا چاہیے۔

نبیِ کریم ﷺ کی نسبت کا خیال رکھنے والے محروم نہیں کیے جاتے

غارِ حرا کے اندر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کی یاد میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اللہ رب العزت نے آپ کو بیوی بھی ایسی عطا فرمائی تھی جس کے دل میں آپ ﷺ کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ جس پہاڑی پر جوانوں کا ایک مرتبہ چڑھنا دشوار ہو اس پہاڑی پر ایک روز حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے لیے دن میں دو مرتبہ توشہ لے کر گئیں تھیں۔ چوں کہ نبی کی نسبت پر انھوں نے یہ تکلیف برداشت کی

تھی، اس لیے اللہ رب العزت نے ان کے اس عمل کو ضائع نہیں کیا؛ بل کہ فوراً اس کا صلہ دیا اور اپنے سب سے مقرب فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اپنا پیام لے کر بھیجا کہ جبرئیل! جا کر خدیجہ سے میرا سلام کہو اور ان سے پوچھو، کیا وہ مجھ سے خوش ہیں؟ دوستو! جو ان کی نسبت پر اپنا جان و مال لگاتا ہے اور اپنے آپ کو کھپاتا ہے وہ ضائع نہیں کیا جاتا، اسے لکھا جاتا ہے اور اللہ پاک اس کا صلہ ضرور دیا کرتے ہیں۔

ابولہب کے واقعے ہی کو دیکھ لیجیے کہ مرنے کے بعد اسے کسی نے خواب میں دیکھا تو اس سے پوچھا کہ تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا؟ کہا مت پوچھو، جب سے آیا ہوں تکلیف اور مصیبت میں مبتلا ہوں، مسلسل عذاب ہو رہا ہے، البتہ دوشنبہ کے روز عذاب کچھ ہلکا کر دیا جاتا ہے اور سرِ انگشت پانی دیا جاتا ہے۔ پوچھا وہ کیوں؟ کہنے لگا اس لیے کہ دوشنبہ کے دن میرے بھتیجے محمد (ﷺ) کی پیدائش ہوئی تھی۔ جب میری باندی نے آ کر مجھے محمد (ﷺ) کی ولادت کی خبر دی تھی تو مجھے بہت خوشی ہوئی تھی اور میں نے خوشی کے مارے اپنی اس باندی کو آزاد کر دیا تھا۔ اس کا صلہ مجھے آج تک جہنم میں بھی دیا جا رہا ہے کہ دوشنبہ کے دن عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے اور سرِ انگشت پانی دیا جاتا ہے۔

دیکھیے! ابولہب نے نبی کی نسبت پر خوشی نہیں منائی تھی؛ بل کہ بھتیجے کی نسبت پر خوشی منائی تھی جس کا صلہ اسے آج تک جہنم میں بھی دیا جا رہا ہے۔ جب اللہ اور ان

کے رسول ﷺ کے دشمن کو بھتیجے کی نسبت پر خوشی منانے کا صلہ دیا جاسکتا ہے تو کیا اگر ہم ایمان والے ہوکر اور ان کے نام لیوا ہوکر ان کے طریقوں کو اپنائیں گے اور اپنی زندگی کو سنت کے سانچے میں ڈھال لیں گے تو کیا ہمیں اس کا صلہ نہیں دیا جائے گا؟ ضرور دیا جائے گا۔

ہم بھی نبی کو فیصل بنائیں اور ان ہی کی مانیں

اسی طرح ایک نظر ذرا اس واقعے پر بھی ڈالیں کہ جب قریشِ مکہ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں خانۂ کعبہ کی تعمیر و توسیع کر رہے تھے۔ جب کام مکمل ہوگیا اور حجرِ اسود کو اس کی اصل جگہ پر رکھنے کا وقت آیا تو آپ حضرات جانتے ہیں کہ ہر قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ وہ حجرِ اسود کو اٹھا کر اس کی جگہ پر نصب کرے اور یہ سعادت اسے حاصل ہو۔ اس بات کو لے کر معاملہ بہت بڑھ گیا اور بات تلوار اور نیزوں تک جا پہنچی، ہر قبیلہ ایک دوسرے کے خون کا پیاسا نظر آنے لگا، حتیٰ کہ دو قبیلے والوں نے تو یہ کیا کہ طشت میں خون جمع کیا اور اسے سامنے رکھ کر نسل در نسل اس جنگ کو جاری رکھنے کے عہد و پیمان کرنے لگے۔ موقع کی نزاکت کو دیکھ کر کچھ سمجھ دار لوگوں نے مداخلت کی اور یہ تجویز رکھی کہ جو شخص بھی اب بابِ صفا سے حرم میں داخل ہو وہی اس کے متعلق فیصلہ کرے۔ سارے قبائل اس تجویز پر متفق ہوگئے۔ لوگوں نے دیکھا کہ محمد (ﷺ) حرم میں داخل ہو رہے ہیں۔ آپ کو آتا دیکھ کر

سارے لوگوں نے آپ پر اطمینان کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ جو فیصلہ کردیں، ہمیں منظور ہے۔ اس کے بعد جو ہوا وہ مجھے بتانے کی ضرورت نہیں، آپ سبھی حضرات جانتے ہیں کہ کس طرح حضور اکرم ﷺ نے سارے قبیلے والوں کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اس مسئلے کو حل فرمایا۔

دوستو! ذرا غور کریں کہ یہ واقعہ نبوت سے پہلے کا ہے، ابھی آپ نبی نہیں بنائے گئے ہیں۔ جو ذات ایسی ہو کہ نبی بنائے جانے سے قبل صرف ان کے وجود اور ان کی مداخلت کی برکت سے اتنا نازک اور ایسا سنگین مسئلہ اتنی آسانی کے ساتھ حل ہوجاتا ہو اور نسلوں تک چلنے والی لڑائی کا خطرہ ٹل جاتا ہو تو ذرا بتاؤ اگر ہم اس ذات کے نبی بنادیے جانے کے بعد ان کے مبارک طریقوں کی پیری کریں گے اور اپنی زندگی کو ان کی سنتوں کے سانچے میں ڈھال لیں گے تو کیا ہمارے دکھ درد دور نہیں ہوں گے؟ اور کیا ہماری مصیبتیں اور پریشانیاں نہیں ٹلیں گی؟

نبی کریم ﷺ کی صفات کو اپنانا ضائع ہونے سے بچاتا ہے

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام غارِ حرا میں بیٹھے خدا کی عبادت میں مصروف ہیں، حضرت جبرئیل علیہ السلام پہلی بار خدا کا پیغام لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور کہتے ہیں یا محمد! اقرأ، آپ ﷺ نے فرمایا میں پڑھنا نہیں جانتا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بہت زور سے آپ کو بھینچا اور فرمایا یا محمد! اقرأ، آپ

نے پھر وہی جواب دیا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا۔ ایسا تین مرتبہ ہوا، اس وقت بھی آپ کو بہت تکلیف ہوئی، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے خوف زدہ اور پریشان ہو کر حضرت خدیجہؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا خدیجہ! مجھے کمبل اوڑھا دو، مجھے کمبل اوڑھا دو۔ حضرت خدیجہؓ نے کہا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا بات ہوگئی، آپ اتنے پریشان کیوں ہیں؟ آپ نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ حضرت خدیجہؓ نے کہا خدا کی قسم! اللہ پاک آپ کو ضائع نہیں کریں گے۔ اس لیے کہ آپ سچ بولتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، قرابت داروں کے ساتھ شفقت کا معاملہ فرماتے ہیں، غریبوں، یتیموں، مسکینوں اور بیواؤں کی مدد کرتے ہیں اور مصیبت زدہ لوگوں سے ہمدردی رکھتے ہیں، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

اللہ پاک حضرت خدیجہؓ کے درجات بلند فرمائے، دیکھئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کس طرح تسلی کی باتیں کر رہی ہیں۔ یا اللہ! آج کے دن حضرت خدیجہؓ کے صدقے ہی میں ہم پر اپنی رحمتوں کی بارش برسا دیجیے، ہمیں اپنا بنا لیجیے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہمارے روئیں روئیں میں اتار دیجیے، ایسی محبت کہ کوئی عمل سنت کے خلاف نہ ہونے پائے۔ یا اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجیے کہ بس ان ہی کے رنگ میں رنگ دیجیے۔

یاد رکھیں! ہر موقع کی مسنون دعاؤں کو پڑھنا گویا اس وقت اللہ پاک کو یاد رکھنا ہے اور ان دعاؤں کو بھول جانا گویا ان مواقع پر اللہ پاک کو بھول جانا ہے۔ اسی طرح

ہر عمل کی سنت کا علم رکھنا اور اس کے مطابق عمل کرنا گویا اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یاد رکھنا ہے اور سنت کے خلاف عمل کرنا گویا اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھول جانا ہے۔

ہمارا دعویٰ کچھ ہے اور عمل کچھ

غارِ حرا میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا باقاعدہ اعلان ہو گیا، اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف بلانے کے لیے آپ کو دعوت کا عنوان مل گیا۔ آپ نے پہلی مرتبہ مکہ کے لوگوں کو ایمان کی دعوت دینے کے لیے اور اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف بلانے کے لیے "صفا" پہاڑی کا انتخاب کیا اور وہیں سب کو جمع کیا، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

پیدائش سے لے کر چالیس سال کی عمر تک پہنچنے کا زمانہ مکہ کے لوگوں کے سامنے گذرا تھا، اس عرصے میں لوگوں نے آپ کی امانت وصداقت کے مختلف واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، اور ہر پہلو سے آپ کی زندگی کا مشاہدہ کیا تھا۔ اسی بنا پر وہ لوگ آپ کو صادق اور امین کہہ کر پکارا کرتے تھے، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ آپ نے انھیں دعوت دینے سے قبل کچھ باتوں کا اقرار کرایا، تفصیل کا موقع نہیں ہے، آپ حضرات جانتے ہیں۔ سب نے آپ کو صادق اور امین کہہ کر آپ کی باتوں کی تصدیق کی کہ ہم نے کبھی آپ کو جھوٹ بولتے نہیں دیکھا، آپ جو کہتے ہیں سچ ہی کہتے ہیں، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

ساری باتوں کا اقرار کرالینے کے بعد جب آپ ﷺ نے انھیں توحید کی دعوت دی اور سینکڑوں معبودوں کی پرستش ترک کرکے ایک خدا کی عبادت کی طرف بلایا تو سارے لوگ آگ بگولہ ہوگئے اور پھر تکلیفوں کا ایک نہ تھمنے والا سلسلہ شروع ہوگیا، لوگوں نے آپ کو ستانا شروع کردیا، طرح طرح کے بے بنیاد الزام اور بہتان آپ پر لگائے جانے لگے۔ یہ بے بنیاد الزامات اور تکلیفیں غیروں کے ساتھ ساتھ اپنوں کی جانب سے بھی پہنچنے لگیں، ذرا سی دیر میں اپنے پرائے ہوگئے اور صرف پرائے ہی نہیں ہوئے؛ بل کہ جان کے دشمن بن گئے۔ ذرا سوچیں! اس وقت آپ کے دل پر کیا گذرتی ہوگی، صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَسَلَّمَ۔

آپ ﷺ کا لقب صادق و امین تھا، یہ لقب خود آپ نے اپنے لیے تجویز نہیں کیا تھا؛ بل کہ مکہ والے ہی آپ کی صداقت وعدالت کو دیکھنے کے بعد آپ کو اس نام سے پکارنے لگے تھے۔ مکہ والوں کی جانب سے آپ کو یہ خطاب آپ کی ایک دو سالہ زندگی کو دیکھ کر نہیں ملا تھا؛ بل کہ آپ ﷺ کی پوری چالیس سالہ زندگی ان کے سامنے تھی جس کی بنیاد پر وہ لوگ آپ کو صادق اور امین کہا کرتے تھے۔ جو لوگ ساری زندگی آپ کی صداقت وعدالت کی گواہی دیتے رہے، اب وہی لوگ آپ کے ساتھ بہتان بازی اور الزام تراشی کا معاملہ کررہے تھے اور آپ کو تکلیف پہنچانے کے درپے تھے۔ حال آں کہ آپ اپنے قول میں سچے تھے اور

سب سے زیادہ سچے کی بات اس کے بندوں تک پہنچارہے تھے، اس کے باوجود مکہ والوں کو آپ کی بات بری لگ رہی تھی، اس لیے انھوں نے کھلے طور پر آپ کی بات کو ماننے سے انکار کردیا۔

دوستو! یہاں ٹھہر کر ہم ذرا غور کریں اور اپنا محاسبہ بھی کریں کہ مکہ والوں نے تو علانیہ طور پر آپ کی بات کا انکار کیا تھا اور ہم؟ ہم کھلے طور پر آپ کی باتوں کا انکار نہیں کرتے؛ بل کہ یہی کہتے ہیں کہ سنت کی پیروی ہی میں کامیابی ہے۔ لیکن جب مختلف معاملات میں سنتوں کا مقابلہ رسموں سے ہوتا ہے تو ہم اس وقت زبانی طور پر تو سنت پر عمل سے انکار نہیں کرتے؛ لیکن سنتوں کو چھوڑ کر اور رسموں کو اپنا کر اپنے عمل سے گویا یہی کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک سنتوں سے زیادہ رسموں کی اہمیت ہے جنھیں ہم کسی حال میں چھوڑ نہیں سکتے۔ اس باب میں ہمارے اور کفارِ مکہ کے درمیان بس یہی فرق ہے کہ انھوں نے نبی کی بات کو زبانی طور پر ماننے سے انکار کیا تھا اور ہم اپنے عمل سے نبی کے طریقوں کا انکار کرتے ہیں۔ ہم خود ہی غور کرکے اس بات کا فیصلہ کریں کہ ہم نبی کے ہیں یا معاشرے اور برادری والوں کے ہیں؟۔

یاد رکھیں! اگر ہم نبی کے طریقے کی پیروی کرتے ہیں اور رسموں پر عمل نہیں کرتے تو پھر ہم نبی کے ہیں خواہ کبھی دعویٰ نہ کریں اور اگر ہم نبی کے طریقوں کو خاطر میں نہیں لاتے؛ بل کہ رسموں پر عمل کرتے ہیں تو پھر خواہ زندگی بھر نبی سے محبت کے دعوے

کرتے رہیں، ہم نبی کے نہیں ہو سکتے۔ یہ ایک پیمانہ ہے جس کی روشنی میں ہم اپنا بہ خوبی جائزہ لے سکتے ہیں۔ دوستو! اگر ہمیں نبی کے طریقے اچھے نہیں لگ رہے ہیں اور ہم رسموں کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں تو پھر ہم خود ہی سوچ لیں کہ ہمارا حشر کیا ہوگا؟

نبئ کریم ﷺ کا سچا عاشق

آپ کی جانب سے ایمان کی دعوت دی جارہی ہے، حضرت ابوبکرؓ ایمان لاتے ہیں اور پھر اسی دعوت کو لے کر لوگوں کے پاس پہنچتے ہیں۔ لوگوں نے جب دیکھا کہ اس نے تو محمد (ﷺ) کا کلمہ پڑھ لیا ہے اور اسی دعوت کو لے کر یہ بھی کھڑا ہوگیا ہے تو انھوں نے آپ کو بھی ستانا شروع کر دیا اور ایک روز اس قدر مارا کہ تمام چہرۂ مبارک خون سے بھر گیا، ناک کان سب لہولہان ہو گئے اور آپ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے، کافروں نے سمجھا کہ شاید مر چکے ہیں۔ جب ان کے قبیلے والوں کو خبر ہوئی تو وہ آئے اور انھیں اٹھا کر لے گئے۔ گھنٹوں بے ہوشی کے عالم میں پڑے رہے۔ جب آنکھ کھلی تو ماں نے خیریت دریافت کی؛ لیکن قربان جائیں حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی محبت پر کہ اپنا حال بتانے سے قبل پوچھتے ہیں کہ مجھے پہلے یہ بتاؤ کہ رسول اللہ (ﷺ) کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں؟ لوگوں نے بہت ملامت کی محمد (ﷺ) کا ساتھ دینے کی وجہ سے تو یہ مصیبت پہنچی ہے اور دن بھر موت کے منھ میں پڑے رہے ہیں، اس کے باوجود ان ہی کی خیریت پوچھ رہے ہیں۔

یا اللہ! حضرت نبئ کریم ﷺ کا جو عشق آپ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سینے میں اتارا تھا اور اس درد اور شدتِ تکلیف کے عالم میں جس دل سے انھوں نے آپ (ﷺ) کا نام لیا تھا، آج ہم آپ کو حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے اسی درد کا واسطہ دیتے ہیں کہ آپ ہمیں حضرت محمد ﷺ کی محبت دے دیجیے، ان کے دین کا درد دے دیجیے، ان کی امت کا غم دے دیجیے۔

مظالم کی ابتدا

رفتہ رفتہ کچھ اور لوگوں نے آپ ﷺ کی دعوت پر لبیک کہا اور چھپ چھپ کر دائرۂ اسلام میں داخل ہوتے رہے اور اسلام کے سب سے پہلے مدرسہ ''دارِ ارقم'' میں جمع ہو کر آپ ﷺ سے دین سیکھتے رہے۔ مکہ والے اسے کہاں برداشت کر سکتے تھے، جب انھیں اس بات کا علم ہوا کہ ہمارے ہی کنبے اور برادری کے کچھ لوگ محمد (ﷺ) کی دعوت کو قبول کر رہے ہیں اور چھپ کر ''دارِ ارقم'' میں جمع ہو کر اس کے دین کو سیکھ رہے ہیں تو انھوں نے آپ ﷺ کو اور آپ کے ساتھیوں کو طرح طرح سے ستانا شروع کر دیا۔

چناں چہ ایک روز کا واقعہ ہے کہ حضرت نبئ کریم ﷺ سجدے کی حالت میں تھے، اسی حالت میں دشمنوں نے اونٹ کی اوجھڑی آپ ﷺ کی گردنِ مبارک پر لاکر رکھ دی۔ اونٹ کی وہ اوجھڑی اس قدر وزنی تھی کہ اس کے بوجھ سے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم دبے جا رہے تھے ذرا سوچیں کہ اس وقت آپ کو کتنی تکلیف پہنچی ہوگی، اس تکلیف کو سوچیں اور دل سے درود پاک پڑھیں۔

صَلَّی اللہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ صَلَّی اللہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

اس سے بھی بڑی تکلیف کی بات یہ تھی کہ اس وقت آپ کی چہیتی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کھڑی یہ منظر دیکھ رہی تھیں، اس وقت وہ ایک ننھی سی بچی تھیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ فاطمہ کھڑی یہ منظر دیکھ رہی ہے تو آپ کو اور بھی زیادہ تکلیف پہنچی کہ ہائے اس نے مجھے اس تکلیف میں کیوں دیکھ لیا؟ اب تو یہ بھی مجھے تکلیف میں دیکھ کر پریشان ہو جائے گی۔ اپنی تکلیف جو تھی وہ تو تھی ہی، اب بیٹی کی تکلیف کا احساس بھی آپ کو ستانے لگا، اس طرح آپ پر دو تکلیفیں ایک ساتھ جمع ہو گئیں۔ صَلَّی اللہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ صَلَّی اللہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

جب اہلِ مکہ طرح طرح کی تکلیفیں پہنچانے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت سے روک نہ سکے تو تکلیف دینے کا ایک نیا انداز اختیار کیا۔ وہ یہ کہ آپ کو خاندان سمیت شعبِ ابی طالب میں قید کر دیا گیا، خاندانی بائیکاٹ ہو گیا، دشمنوں نے آمد و رفت کا ذریعہ تو منقطع کر ہی دیا تھا ساتھ ہی کھانے پینے کی ضروری اشیا بھی روک دیں۔ اسی شعبِ ابی طالب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاندان کے بوڑھوں، عورتوں اور ننھے ننھے معصوم بچوں کے ساتھ قید کر دیے گئے۔ کھانے پینے کا جو

سامان ساتھ میں تھا وہ دھیرے دھیرے ختم ہونا شروع ہو گیا، بڑوں کو پتہ ہی تھا کہ اس وقت ان کے ساتھ کیا حالات ہیں؛ لیکن بچوں کو کیسے سمجھایا جائے کہ آخر ان کے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا جا رہا ہے اور کس جرم کی سزا انھیں دی جا رہی ہے؟ ان معصوموں کو کیا پتہ کہ وہ نبی کے ساتھ ہیں اس لیے ستائے جا رہے ہیں۔

دوستو! ان واقعات اور حالات کو سوچیں اور پڑھیں، صَلَّی اللہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ جن کے صدقے میں ساری کائنات کو روزی دی جاتی ہے ان ہی کے سامنے ان کے اپنے بھوک سے دم توڑ رہے تھے۔ ذرا تصور کریں کہ اس وقت آپ کے دل پر کیا گذر رہی ہوگی؟ صَلَّی اللہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ، صَلَّی اللہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

کچھ عرصے کے بعد آپ کو قید سے رہائی تو مل گئی؛ لیکن تکالیف اور مظالم سے نجات نہ مل سکی، مکہ والے توحید و رسالت کی دعوت دینے کی پاداش میں اب بھی آپ کے دشمن بنے رہے اور ہر طرح سے آپ کو تکلیف پہنچانے کا سلسلہ جاری رکھا، صَلَّی اللہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ لیکن سلام ہو عزم و ہمت کے اس پہاڑ کو اور لاکھوں کروڑوں رحمتیں نازل ہوں اس نبیِ رحمت پر کہ انھوں نے پورے صبر و ہمت کے ساتھ ان تکالیف کا سامنا کیا؛ لیکن اپنا مشن بدستور جاری رکھا، کفارِ مکہ کی جانب سے پیش آنے والی تمام تر تکالیف اس دُرِّ یتیم کے پائے استقلال میں کبھی

کوئی جنبش پیدا نہ کرسکیں، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

خدارا ہم اپنے نبی کی سیرت کو پڑھیں تو سہی

تکالیف اور مصائب کا نہ تھمنے رکنے والا ایک سلسلہ تھا جو نبوت کے اعلان کے بعد آپ کو جھیلنا پڑا۔ سیرت کی کتابیں ان مصائب وآلام کے واقعات سے بھری پڑی ہیں؛ لیکن ہمیں آپ کی سیرت پڑھنے کی فرصت کہاں ہے؟ دنیا جہاں کے حالات پر ہماری نگاہ ہے اور ہم ان سے واقف رہنے کی پوری کوشش کرتے ہیں؛ لیکن واقف نہیں ہیں تو اپنے سب سے بڑے محسن کے حالات سے اور اپنے پیارے نبی ﷺ کی زندگی کے واقعات سے واقف نہیں ہیں اور اس ناواقفیت پر ہمیں کبھی افسوس بھی نہیں ہوتا۔

دوستو! ہم آقا کی سیرت کو پڑھیں تو سہی، لیکن سرسری نگاہ سے نہیں؛ بل کہ ذرا دل لگا کر پڑھیں، اس نیت سے پڑھیں کہ اسے پڑھنے کے بعد ہمیں آقا سے محبت بڑھ جائے، ان کے لائے ہوئے دین کا درد مل جائے، ان کی امت کا غم مل جائے، اس دین کو اپنانے اور اسے دنیا کے چپے چپے میں پہنچانے کی اس فکر کا کچھ حصہ ہمیں بھی نصیب ہوجائے جو مدنی آقا حضرت محمد ﷺ کے سینے میں موجود تھی۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

نبوت کے اعلان کے بعد آپ نے اللہ کے بندوں کو اللہ کی وحدانیت کی

دعوت دی اور انھیں ہمیشہ ہمیش کی ناکامی سے نکال کر ہمیشہ ہمیش کی کامیابی کی طرف بلایا؛ لیکن لوگوں نے اس ہمدردی کے جواب میں آپ کے ساتھ جو سلوک کیا اور جس جس طریقے سے آپ کو ستایا اور تکلیفیں پہنچائیں، وہ حرف بہ حرف تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہے، ان حالات کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں، آپ سبھی حضرات جانتے ہیں اور سیرت کی کتابیں ان حالات اور واقعات سے بھری پڑی ہیں۔

جب ظلم اپنی تمام حدود کو پھلانگ گیا

میں نمونے کے طور پر یہاں طائف کا ایک واقعہ جو بہت مشہور ومعروف ہے، بہت اختصار کے ساتھ نقل کرنا چاہتا ہوں کہ ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دینے کے جواب میں مکہ والوں کی جانب سے جو ردِ عمل ہوا اور جس طرح کے ظلم وستم کا انھوں نے مظاہرہ کیا، اس سے مایوس ہوکر اللہ کے پیارے اور لاڈلے نبی ﷺ نے طائف کا سفر کیا کہ شاید طائف والے میری دعوت قبول کرلیں اور اس دین کو اپنالیں۔ لیکن طائف والوں کی بدقسمتی کہ انھوں نے بھی آپ کی دعوت کو ٹھکرادیا اور انسانیت کے اس سب سے بڑے محسن کے ساتھ جو سلوک کیا وہ اپنی مثال آپ ہے، ایسی بربریت کا نظارہ تو شاید آسمان اور زمین نے اس سے پہلے کبھی نہیں کیا ہوگا، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

دنیا نے دیکھا کہ انسانیت کا یہ سب سے بڑا محسن طائف کی وادی میں تین میل تک دوڑ رہا تھا اور طائف کے کافر اور بدمعاش پیچھے سے پتھر برسا رہے تھے۔ ہر پتھر زخم بڑھا رہا تھا اور خون کے بہاؤ کو تیز کر رہا تھا، ہر قدم پر طاقت گھٹتی چلی جا رہی تھی، یہاں تک کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ گر کر بے ہوش ہو گئے۔ ذرا غور کریں کہ یہ سلوک کس کے ساتھ برتا جا رہا تھا؟ اللہ کے محبوب اور لاڈلے نبی کے ساتھ برتا جا رہا تھا، اس محسن کے ساتھ برتا جا رہا تھا کہ اس جیسا محسن نہ اس سے پہلے پیدا ہوا اور نہ قیامت تک پیدا ہو سکے گا، یہ سلوک اس ذات کے ساتھ برتا جا رہا تھا جس نے سارے عالم کو زندگی کا مقصد بتایا تھا اور اس کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر رہا تھا۔

صَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَسَلَّمْ۔ صَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَسَلَّمْ۔

مؤرخین جب اس واقعے کو لکھتے ہیں تو بڑے حیران ہوتے ہیں کہ یہ کیسے نبیٔ رحمت ہیں اور انسانیت کے کیسے محسن ہیں کہ ایسی سخت اذیت اور تکلیف کو جھیلنے کے باوجود ان ظالموں کے لیے زبان سے بددعا کا ایک حرف بھی نہیں نکال رہے ہیں، صَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَسَلَّمْ۔ پہاڑوں کا فرشتہ آ چکا ہے اور آ کر خدمتِ اقدس میں عرض کرتا ہے کہ یا رسول اللہ! (ﷺ) میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں، مجھے آپ کے پروردگار نے آپ کی مدد کے لیے بھیجا ہے۔ اگر آپ مجھے حکم دیں تو میں اس پوری بستی کو دو پہاڑوں کے بیچ پیس کر رکھ دوں۔

ایک عجیب نکتہ

ذرا سوچیں دوستو! یہ مدد کب آ رہی ہے؟ یہ پیش کش کب ہو رہی ہے؟ ایسے وقت ہو رہی ہے جب کہ چوٹیں بالکل تازہ ہیں، زخم بالکل ہرے ہیں، ان زخموں سے تازہ تازہ خون رِس رہا ہے۔ ارے وقت گذر جانے کے بعد معاف کر دینا تو بہت آسان ہوا کرتا ہے، گذرتا وقت تمام زخموں کو بھر دیا کرتا ہے۔ لیکن یہاں یہ معاملہ نہیں ہے، یہاں تو معاملہ یہ ہے کہ بالکل تازہ واقعہ ہے، جسم لہولہان ہے، کپڑے خون سے رنگین ہیں، نعلین مبارک خون سے بھرے ہوئے ہیں، صَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَسَلَّمْ۔ حضرت زید ابن حارثہؓ آپ کو دیکھ کر رو رہے ہیں، پیروں سے نعلین مبارک نکالنا چاہتے ہیں؛ لیکن وہ خون کی وجہ سے پیروں کے ساتھ اس طرح چپک گئی ہیں کہ نکلتی نہیں ہیں، جسم سے خون نکل کر کپڑوں میں جذب ہو چکا ہے اور کپڑے جسم کے ساتھ اس طرح چپک گئے ہیں کہ اتارے نہیں جا رہے ہیں، صَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَسَلَّمْ۔ ایسی حالت میں اللہ کی مدد آئی ہے، فرشتہ سامنے کھڑا ہے اور طائف والوں کو پیس دینے کی اجازت مانگ رہا ہے۔ دوستو! ایسی حالت میں معاف کر دینا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے، یہ تو بس ان ہی کی شان تھی کہ وہ سارے جہاں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے، صَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَسَلَّمْ۔

سنیں دوستو اور ذرا دل کے کانوں سے سنیں کہ نبیٔ رحمت ﷺ نے اس وقت کیا جواب دیا۔ فرمایا نہیں نہیں، ایسا ہرگز مت کرنا، جس پروردگار کی جانب سے میں توحید کا پیغام لے کر آیا ہوں اگر ان کی مرضی یہی ہے کہ لوگ میرے چہرے پر پتھر ماریں، مجھے زخمی کر دیں، مجھے گالیاں دیں، مجھے راستے میں گھسیٹیں تو محمد مصطفی بھی اپنے پروردگار سے راضی ہے، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

اس کے بعد ایک فرشتہ اور آیا، اس نے کہا یا رسول اللہ! (ﷺ) آپ ان کے لیے بددعا کر دیں۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنے نبوت والے ہاتھوں کو اٹھایا اور فرمایا "اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ" کہ یا اللہ! میری قوم کو ہدایت نصیب فرما، یہ میرے رتبے کو جانتے نہیں ہیں۔ یا اللہ! آپ انھیں ہلاک اور برباد نہ کریں، یہ ایمان نہیں لاتے تو کیا ہوا، ان کی نسلوں میں کوئی تو پیدا ہوگا جو آپ کا نام لیوا ہوگا۔ ایسی شان اور ایسا پاور رکھنے کے باوجود اس طرح درگذر کرنے والا پوری تاریخِ انسانیت میں نہیں ملتا کہ جس کے زخموں کو دیکھ کر دشمن بھی رو پڑے ہوں اور انھیں بھی رحم آ گیا ہو، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

نبیٔ کریم ﷺ کے زخموں کو دیکھ کر دشمن بھی رو پڑے

کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ جب آپ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے تو آپ کے غلام حضرت زید بن حارثہؓ نے آپ کو اٹھایا اور جا کر عتبہ کے باغ میں پناہ لی، صَلَّی

اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔ یہ عتبہ وہی ہے جو بدر کی لڑائی میں کفار کا سردار تھا۔ یہ دشمن ہے، جان کا دشمن ہے؛ لیکن جب اس نے آپ کو اس حال میں دیکھا تو آپ ﷺ سے رشتے داری کے باعث اس کے خون نے بھی جوش مارا، اس کا دل بھی پسیج گیا اور اسے بھی رحم آ گیا۔ خود بھاگ کر باغ میں گیا اور انگور توڑ کر لایا۔ لیکن شرم کے مارے خود نہیں گیا؛ بل کہ اپنے غلام کو بھیجا کہ جا کر اس زخمی کو دے آؤ اور اس سے کہنا کہ ہماری تمھاری رشتے داری ہے، ہم تمھیں اس رشتے داری کا واسطہ دیتے ہیں کہ ہمارے انگور رد مت کرنا، انھیں کھا لینا، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمْ۔

مرا دشمن بھی منھ کو پھیر کر آنسو بہاتا ہے

مرے ہمدم مری جب داستاں اس کو سناتے ہیں

دوستو! جس نبی کے زخموں کو دیکھ کر دشمنوں کو رحم آ جائے اور ان کے دل نرم پڑ جائیں اس نبی کی قربانیوں کو سن کر ہمارے دلوں میں نرمی پیدا نہ ہو اور ہم اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوں اور اپنے جذبات کو ذرا بھی بدلنے کو تیار نہ ہوں تو پھر ہم خود سوچیں کہ آخر ہمیں ہوا کیا ہے؟ کیوں ہمیں نبی کا طریقہ اچھا نہیں لگتا؟

وہ راضی تو میں راضی

روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (ﷺ) پوری زندگی میں آپ پر سب

سے زیادہ تکلیفیں کب آئیں؟ حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس سال میرے چچا ابوطالب کا انتقال ہوا تھا، پھر اسی سال حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا بھی انتقال ہوگیا تھا اور اسی سال میرے ایک بچے کا بھی انتقال ہوا تھا۔ ایسا تکلیف دہ وقت مجھ پر کبھی نہیں آیا، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمَ۔

یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! (ﷺ) اس سے بھی زیادہ تکلیف کسی موقع پر آپ کو پہنچی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں عائشہ، مجھے اس سے بھی زیادہ تکلیف ایک دن پہنچی ہے اور وہ اس دن جب کہ میں طائف کی گلیوں میں گھسیٹا جارہا تھا، لوگوں نے میرے گلے میں رسیاں ڈال رکھی تھیں اور مجھے طائف کی گلیوں اور بازاروں میں گھسیٹ رہے تھے۔ میں اللہ کا نام لیتا تھا؛ لیکن کسی کو مجھ پر رحم نہیں آتا تھا، میرے چہرے سے لہو نکلتا تھا؛ لیکن کسی کو مجھ پر ترس نہیں آتا تھا، میری ناک سے لہو نکلتا تھا؛ لیکن کسی کو مجھ پر ترس نہیں آتا تھا۔ اس وقت میرے دل میں بس یہی خیال تھا کہ جس پروردگار کا میں نے پرچم اٹھایا ہوا ہے، اگر وہ میرے چہرے کو خون میں لت پت دیکھ کر مجھ سے راضی ہے تو میں بھی ان سے راضی ہوں۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمَ۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمَ۔

آخر نبیٔ کریم ﷺ نے یہ تکالیف کیوں اٹھائیں؟

دوستو! ذرا تو غور کریں کہ اللہ کے اس محبوب اور لاڈلے پیغمبر کو اور انسانیت

کے سب سے بڑے محسن کو آخر یہ تکالیف کس جرم کی وجہ سے اٹھانی پڑیں؟ وہ نبی جو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا کا نبی ہے، وہ نبی جو ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ کا نبی ہے، وہ نبی جو قیامت کی صبح تک آنے والے تمام انسانوں کا نبی ہے، وہ نبی جن کے گھر میں جبرئیل جیسا اللہ کا مقرب فرشتہ بھی اجازت لے کر داخل ہوتا ہے، وہ نبی جن کی روح قبض کرنے سے پہلے موت کا فرشتہ اجازت مانگتا ہے۔ خود ان کا بیان ہے کہ یارسول اللہ! (ﷺ) میں نے آج تک کسی کی روح قبض کرنے کے لیے اجازت نہیں مانگی اور نہ ہی آیندہ کسی سے اجازت مانگوں گا، آپ پہلے شخص ہیں جن سے میں اجازت مانگ رہا ہوں، اگر آپ کہیں گے تو میں آپ کی روح قبض کروں گا ورنہ واپس چلا جاؤں گا۔ یہ کتنی اونچی شان والے نبی ہیں، کتنے اونچے مرتبے والے نبی ہیں، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمَ۔

لیکن اس کے باوجود دیکھیے کہ طائف کی وادی میں آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا جارہا ہے، آپ کو کتنے دکھ میں مبتلا کیا جارہا ہے کہ چہرے پر پتھر مارے جارہے ہیں، گالیاں دی جارہی ہیں، کپڑے خون سے رنگین ہوگئے ہیں اور صرف کپڑے ہی کیا آپ کا تو پورا وجود ہی لہولہان ہوگیا ہے، صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَسَلَّمَ۔ آخر کیوں؟ کس کی خاطر یہ ساری تکالیف اٹھوائی جارہی ہیں؟ اسی دین کی خاطر جسے آج ہم چھوڑ بیٹھے ہیں، آج محمد عربی ﷺ کا وہ دین